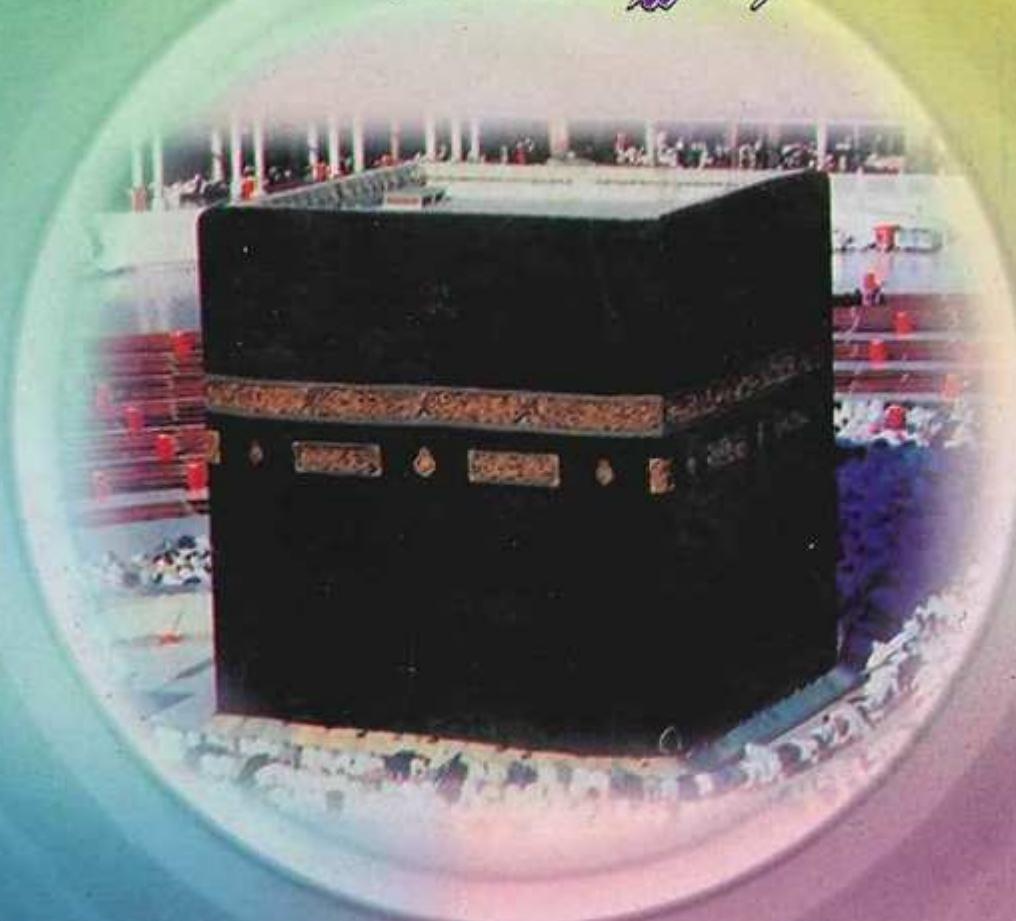


جان لئکہ اٹھ تعالیٰ کے سماں ہر چیز کا طالب ہے

حشمت اللہ علیٰ سے ہجت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَلَا تُبَدِّلُ فِيمَا بَعَثْنَاكُمْ بِهِ وَلَا تَمْنَعُ الْعَالَمَ



مکتبہ ملت دیوبند
یوپی ۲۲۷۵۵۳ (الہند)





لَا کل شیء مِنْ خَلْقِ اللَّهِ بِخَلَقَ
جَانِ لَوْكَہ اللَّہُ تَعَالَیٰ کے اسوا جہر پیر بھل ہے

عشقت الہی

متولف

فقیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی

مہتمم دارالعلوم، جنگ

(ناشر)

مکتبہ صلت دیوبند

یوپی ۲۲۷۵۵۳ (الہند)

الله





ساڑھے افریقہ کے تبلیغی سفر میں فقیر ایک دوست کے خط کا جواب لکھنا چاہتا تھا مگر لکھنے والے نے اتنے محبت بھرے الفاظ میں خط لکھا تھا کہ باید و شاید۔ معادل میں خیال پیدا ہوا کہ جب ایک مرید اپنے مرشد کو ایسا محبت نامہ لکھتا ہے تو کیوں نہ ہو کہ فقیر بھی اپنے محبوب حقیقی کے لئے عشق الہی کے عنوان پر کچھ لکھے۔ جب کاغذ قلم سنبھالا تو خیالات کا تسلسل بجا ٹوٹا ہی نہ تھا۔ ایک طرف پروگراموں کی کثرت اور ملنے والوں کا ہجوم جبکہ دوسری طرف وقت کی قلت اور سفر کی مشقت۔ فقیر بھی روزانہ کچھ الجھے سلبھے الفاظ پر د قلم کرتا رہا۔ کبھی کبھی اپنی علمی کم مائیگی کی وجہ سے خیال بھی آتا کہ

۔ کیسے الفاظ کے سانچے میں ڈھلنے گا یہ جمال سوچتا ہوں کہ ترے حسن کی توہین نہ ہو

۔ مگر عنوان کی اہمیت نے پیچھے نہ ہٹنے دیا۔ یقینی بات ہے کہ

۔ عقل و دل و نگاہ کا مرشد اولیں ہے عشق عشق نہ ہو تو شرع و دین تکمہ تصورات

آج کا انسان محبت دنیا میں اسقدر گرفتار ہو چکا ہے کہ عملاء ہر وقت دنیا سمیئنے میں لگا ہوا ہے مگر زبانی کلامی عشق الہی کی باتوں سے دل بھی بہلا تارہتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ سلطان عشق کی عدالت میں تقسیم دل کا کوئی قانون نہیں ہے۔ وہاں تو یکہ سوا اور یک

رو ہو کر قدم اٹھانا پڑتا ہے اور غیر سے دل کی آنکھیں بند کرنی ضروری ہوتی ہیں جبکہ ہم تو ظاہری آنکھیں بند کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ فقیر نے اس رسالہ میں بلا کم و کاست جو کچھ خیال میں آیا پرد قلم کر دیا ہے۔ اہل علم حضرات کوئی کمی پیشی پائیں تو نشاندہی فرمائے جو اللہ مأجور ہوں۔

- ہمه شر پر زخوانِ متم و خیال ماء
چہ کشم کہ چشم یک نیکِ محمد بے کس نگاہے
آخر میں قارئین سے دعاوں کی درخواست کرنا بھی ضروری ہے۔

- شده ام خراب و بد نام و ہنوز امیدوارم
کہ زبد خلاص یا ہم بے دعائے نیک نام

فقیر زوالفقار احمد نقشبندی مجددی
کان الله له عوضاً عن كل شيء



باب 1

عشق الہی کی الہمیت

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے انسان کو اپنی تخلیق کا شاہکار بنایا۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم

(تحقیق ہم نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا)

رب کائنات ہر انسان کی پیدائش کے وقت اس کے دل میں اپنی محبت کا بیج رکھ
دیتے ہیں جس کی وجہ سے ہر انسان فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ حدیث پاک میں
ہے۔

کل مولد یولد علی فطرة الاسلام

(ہرچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے)

اسی لئے ہر انسان دلائل کی وجہ سے فطرت کے دباؤ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے وجود پر
یقین رکھتا ہے اور اس کی عبادت کرتا ہے۔

زندگی آمد برائے بندگی

زندگی بے بندگی شرمندگی

انسانی زندگی سے عشق الہی کا جذبہ نکال دیا جائے تو حیوانیت کے سوا کچھ باقی نہیں

رہتا۔ بھلا اس فانی دنیا میں عشق الہی کے سوار کھاہی کیا ہے۔

- در خرمن کائنات کردیم نگاہ

یک دانہ محبت است باقی ہمه گاہ

{بس میں نے کائنات کے خرمن کی طرف نظر کی، ایک دانہ محبت کا ہے

باقی سب تنگے چکلے (جو سے) ہیں}

جب دل عشق الہی سے معمور ہو اور آنکھیں شراب است ہے مخمور ہوں تو زندگی
کا انداز ہی زرا لامہ ہوتا ہے۔

- ملت عشق از ہمه ملت جدا است

عاشقان را مذهب و ملت جدا است

{عشق کی ملت تمام ملتوں سے منفرد ہے، عاشقون کا مذهب اور ملت جدا ہوتا

ہے}

زندگی کی کامیابی اور ناکامی کا دار و مدار عشق الہی پر موقوف ہے۔ اسی سے انسان کو
کبھی تو "ولقد کرمنا بنی آدم" (اور ہم نے بنی آدم کو عزت خشی) کا خطاب ملا اور
کبھی "و فضلنا هم علیٰ کثیر" (اور ان کو بہت ساروں پر فضیلت خشی) کا ہر اس
کے گلے میں ڈالا گیا۔ یہ فضیلت عشق الہی کی وجہ سے ملی۔

- ہر کہ عاشق شد جمال ذات را

اوست سید جملہ موجودات را

{جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کے جمال کا عاشق ہے وہ تمام موجودات کا

سردار ہے}

انسانی زندگی کی ابتداء اور انتہا اور اس کے مبدأ و معاد کا مرکزی نقطہ عشق الہی

۔ عشق اول عشق آخر عشق کل
 عشق شاخ ، عشق نخل ، عشق گل
 { عشق ہی اول عشق ہی آخر عشق ہی کل ہے عشق ہی شاخ عشق ہی درخت
 اور عشق ہی پھول ہے }

جس طرح بجز میں بیچ کی بشو نما کرتے کی جائے اس کے خاتمے کا سبب بنتی ہے
 اسی طرح معصیت والا ما حول عشق الہی کے جذبے کو نکھارنے کی جائے غفلت کے
 پردوں میں لپیٹ دینے کا سبب بنتا ہے۔ اگر ما حول سازگار ہو تو عشق الہی کا بیچ پھلتا
 پھولتا ہے اور اپنی بھارو کھاتا ہے بلکہ آس پاس کی فضا کو بھی معطر کر دیتا ہے۔ ہر اچھے
 ما حول میں آپ انسانوں کی زندگی کا مرکزو محور اللہ تعالیٰ کی ذات کو پائیں گے۔

۔ ندانم آں گل خندال چہ رنگ و بو دارد
 کہ مرغ ہر چمن گفتگو نے او وارد
 { نہ جانے اس مکراتے پھول کارنگ اور خوشبو کیسی ہے کہ چمن کا ہر پرندہ
 اسی کی گفتگو کرتا ہے }

۔ چہ شد مجدوب مگر دیوانہ اوست
 ہمه عالم بنی پروانہ اوست
 { کیا ہوا اگر مجدوب اس کا دیوانہ ہے ، دیکھو تو سارا عالم ہی اس کا پروانہ ہے }
 سچ ہے کہ اس کائنات میں جتنا اللہ تعالیٰ کو چاہا گیا ، بتئی محبت اس سے کی گئی جتنا
 اسے یاد کیا گیا ، جتنا اسے پکارا گیا ، بتئی اسکی عبادت کی گئی ، جتنا اس سے عشق کیا گیا ،
 کائنات میں کوئی دوسرا ہستی اس جیسی نہیں۔ سب مخلوق اس کی شیدائی ہے۔

ہم ہوئے تم ہوئے کہ میر ہوئے
اس کی زلغوں کے سب اسیر ہوئے
میں بھی اس پر مر منا ناصح تو کیا بے جا کیا
اک مجھے سودا تھا دنیا بھر تو سودائی نہ تھی

عشق الہی کے چند معارف

عشق الہی سے متعلق چند معارف درج ذیل ہیں۔

① - انسانی جسم مختلف اعضاء کا مجموع ہے اور ہر عضو کی اپنی اپنی صفات ہیں مثلاً آنکھ کی صفت دیکھنا، مکان کی صفت سزا، ناک کی صفت سونگھنا وغیرہ۔ اسی طرح انسان کے دل کی صفت محبت کرتا ہے۔ دل کی انہ کسی سے محبت ضرور کرتا ہے۔

پھر سے ہو خدا نے ہو یا پھر کسی سے ہو
آتا نہیں ہے چین محبت کئے بغیر
دل بھر محبت ہے محبت ہی کرے گا
لاکھ اس کو چا تو یہ کسی پر تو مریگا

② - انسان جب کسی سے محبت کرتا ہے تو عموماً اس کی دو وجہات ہوتی ہیں۔

(۱) وہ ہستی اپنی ذات و صفات میں دوسروں سے ممتاز ہوتی ہے اور ان پر فوقيت رکھتی ہے۔ اس جیسا کوئی دوسرا نہیں ہوتا۔ اس انداز سے دیکھا جائے تو پروردگار عالم کی ذات واحد کیتا ہی ایسی ہے کہ کوئی اس کا ہم پایہ نہیں۔ سوچنے کی بات ہے کہ جس ذات نے حسن کو پیدا کر دیا اس کے اپنے حسن و جمال کا کیا عالم ہو گا۔ یہ فطری بات ہے کہ انسان اپنے پروردگار سے محبت کرے۔

(۲) وہ ہستی با اختیار ہو اور انسان کے ہر دکھ سکھ میں اس کے کام آئے۔ اس انداز سے دیکھا جائے تو انسان کے غم و اندوه میں کام آنے والی ذات فقط اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر انسان اپنی پریشانی میں بے اختیار اسی کو پکارتا ہے۔

۔ ہر مرحلہ غم پر ملی تجھ سے تسلی

ہر موز پر گھبرا کے ترا نام لیا ہے

② - اللہ تعالیٰ کے نام میں اتنی چاشنی اور لذت ہے کہ اس کو بار بار لینے سے انسان کا دکھ سکھ میں بدل جاتا ہے۔

۔ جو مضطرب ہے اس کو اوہر التفات ہے

آخر خدا کے نام میں کوئی تو بات ہے

③ - انسان کو چاہئے کہ حالات کے اثار چڑھاؤ سے متاثر ہوئے بغیر ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا رہے۔

۔ گو میں رہا رہیں ستم ہانے روزگار

لیکن ترے خیال سے غافل نہیں رہا

④ - جس دل میں عشق الہی کا داغ نہ ہوا سے جینے کا مزہ بھی نہیں ماتا جیسے کیسے ہو محبوبِ حقیقی کے در کو ہر گز نہ چھوڑنا چاہئے۔

۔ لاگ گر دل کو نہیں لطف نہیں جینے کا

ابجھے سمجھے اسی کا کل کے گرفتار رہو

⑤ - جس انسان کا دل عشق الہی کی چاشنی سے آشنا ہو اس کی زندگی میں یکمولی اور کیروںی ہوتی ہے۔

۔ نہ غرض کسی سے نہ واسط بمحض کام اپنے ہی کام سے

ترے ذکر سے ترے شکر سے تری یاد سے ترے نام سے
⑥ جس کی آنکھ میں عشق الہی کا سرمد لگا ہواں کی نظر میں عرش سے تحتِ الشری
 تک کوئی حجاب نہیں رہتا۔ عاشق جب اپنی ذات پر نظر ڈالتا ہے تو اپنے آپ کو سراپا خطا
 محسوس کرتا ہے جب محبوب کی طرف نظر اخھاتا ہے تو اسے سراپا عطا دیکھتا ہے پس اسی
 سے امید میں بند ہی رہتی ہیں اور وہ اس در پر پڑا رہتا ہے۔

اللہی کیف ادعوك و انا عاص
 و کیف لا ادعوك و انت کریم
 {اللہی میں تجھ سے کیسے مانگوں کہ میں خطکار ہوں اور تجھ سے کیسے نہ مانگوں
 کہ جب تو اتنا کریم ہے}

⑦ عاشق ایک لمحہ بھی محبوبِ حقیقی سے غافل نہیں ہوتا، اس کی نگاہیں در محبوب پر
 لگی ہوتی ہیں اور وہ منتظر ہوتا ہے کہ نہ معلوم کب محبوب دروازہ کھول دے۔

یک چشم زدن غافل از آل شاہ نہ باشی
 شاید کہ نگاہے م د آگاہ نہ باشی
 {پلک جھپکنے کی دیر بھی اس بادشاہ سے غافل نہ ہو شاید کہ وہ نگاہ کرے اور تو
 بے خبر رہے}
 اسی لئے مشائخ مکرام نے فرمایا ہے۔

من غمض عینه عن الله تعالى طرفۃ عین لم يصل الى المقصودہ
 (جس نے اللہ تعالیٰ سے ایک لمحہ بھی آنکھ ہٹائی وہ اپنے مقصود کو نہیں پہنچ
 سکتا)

⑧ عاشق کے دل میں محبوب کے سوا کسی دوسرے کے لئے کوئی جگہ نہیں

ہوتی۔ اگر وہ اپنی ظاہری آنکھ سے محبوب حقیقی کو نہیں دیکھ سکتا تو اپنے دل کی آنکھ سے دیکھتا ہے۔

حَبِيبٌ لَيْسَ بَعْدَ لَهُ حَبِيبٌ
وَمَا لِسَوَاهٍ فِي قُلُوبِ نَصِيبٍ
حَبِيبٌ غَايْبٌ عَنْ بَصَرِي وَشَخْصٍ
رَلَكْنٌ عَنْ فَوَادِي لَا يَغِيبُ

{میرا محبوب ایسا ہے کہ اس کے سوا کوئی دوسرا محبوب نہیں، میرے قلب میں کسی دوسرے کے لئے جگہ نہیں، اگرچہ میرا محبوب میری ظاہری نجا ہوں سے او جھل ہے مگر میرے دل کی آنکھوں سے ہر گز غائب نہیں ہو سکتا}

⑨ - عاشق صادق کو فقط اپنے محبوب سے ملاقات مطلوب ہوتی ہے اور وہ اسی شوق میں زندگی بس رکرتا ہے۔ اس کا دل غیر کی طرف میلان کرنے سے انکار کر دیتا ہے۔

أَنْتَ أَنْسِي وَ هَمْتِي وَ سَرُورِي
قَدْ أَبْيَ القَلْبُ أَنْ يَحْبُّ سَوَاكَ
يَا عَزِيزِي وَ هَمْتِي وَ مَرَادِي
طَالَ شَوْقِي مَتِي يَكُونُ لِقَاكَ
لَيْسَ سَوْالِي مِنْ الْجَنَانَ نَعِيمَ
غَيْرَ لِقَاكَ أَنِي أَرِيدُ

{تو میرا پیارا میرا محبوب اور میری خوشی ہے۔ میرا دل تیرے ماسوائی محبت سے انکاری ہے۔ اے میرے عزیز میرے پیارے اور میرے مقصد میرا

شوق لبما ہو چکا ہے۔ میری ملاقات تجھ سے کب ہو گی میرا سوال جنتوں کی
نعمتوں کا نہیں ہے مگر میں تو تیری ملاقات چاہتا ہوں } }

⑩۔ عاشق کو محبوب سے وصل کی ہر وقت تمnar ہتی ہے پس اس کے سر میں ایک ہی
سودا سماں ہوا ہوتا ہے۔

اے در دل من اصل تمنا ہمہ تو
اے در سر من مایہ سودا ہمہ تو
ہر چند بہ روزگار در می نگرم
امروز ہمہ توئی کہ فردا ہمہ تو

{ اے کہ میرے دل میں اصل تمنا تو ہی ہے۔ اے کہ میرے سر میں محبت
کا سر مایہ تو ہی ہے۔ جب بھی زمانے میں میں نگاہ کرتا ہوں۔ آج بھی سب
کچھ تو ہے بلکہ کل بھی سب کچھ تو ہے }

⑪۔ عاشق جب اپنے ارد گرد دیکھتا ہے تو غافل دنیا کے غافل لوگ اسے ہوا و ہوس
کے گرفتار نظر آتے ہیں اور دنیا اسے پنجربے کی مانند نظر آتی ہے۔

من باغ جہاں را قنے دیدم و بس
مرغش ز ہوا و ہو سے دیدم و بس
از صح وجودے تا شاہ گاہ عدم
چوں چشم کشودم نے دیدم و بس

{ میں دنیا کے باغ کو پنجربہ دیکھتا ہوں اور بس۔ اس کا پرندہ ہوا و ہوس ہی کو
دیکھتا ہوں اور بس۔ وجود کی صحیح سے عدم کی شام تک جب بھی آنکھ کھولی
اپنے نفس کو دیکھا اور بس }

⑫ - عشق اللہ کی تاثیر ایسی ہے کہ یہ دل سے ماسوا کو نکال پھینکتا ہے حتیٰ کہ عاشق صادق کے دل میں غیر کے لئے ہرگز ہرگز کوئی جگہ نہیں ہوتی۔

الف اللہ دل رتا میرا مینوں 'ب' دی خبر نہ کائی
 'ب' پڑھیاں کچھ سمجھنے آؤے مینوں الف دی لذت آئی
 "ع" تے "غ" دا فرق نہ جاناں ایسہ گل الف نے سکھائی
 بلہیا قول الف دے پورے جیہڑے دل دی کرن صفائی
 {اللہ کے الف نے دل کو کامیاب کر دیا مجھے 'ب' کی کوئی خبر نہیں۔ 'ب'
 پڑھ کر کچھ سمجھ میں نہیں آتا کیونکہ مجھے الف کی لذت حاصل ہوئی ہے۔
 'ع' اور 'غ' کا فرق نہیں جانتا الف نے یہ بات سکھائی ہے۔ اے بلہ شاہ
 الف کی باتیں سچی ہوتی ہیں جو دل کی صفائی کر دیتی ہیں}

⑬ - عاشق کے دل کی تمنا ہوتی ہے کہ وہ اپنا سب کچھ محبوب کی خاطر لٹا دے وہ
 محبوب کے درکی گدائی کو اپنے لئے باعث سعادت سمجھتا ہے۔

یاد میں تیری سب کو بھلا دوں کوئی نہ مجھ کو یاد رہے
 تجھ پر سب گھر بار لٹا دوں خانہ دل آباد رہے
 سب خوشیوں کو آگ لگا دوں غم سے ترے دل شادر رہے
 سب کو نظر سے اپنی گرا دوں تجھ سے فقط فریاد رہے

⑭ - دنیا میں رہتے ہوئے سینکڑوں چیزوں انسان کو ملتی ہیں اور سینکڑوں انسان سے
 چھن جاتی ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ جو چیز بھی انسان سے دور ہو اس کا بدلت دنیا میں
 موجود ہوتا ہے لیکن اگر اللہ تعالیٰ کسی سے دور ہو جائے تو اس کا کوئی بدلت نہیں۔

لکل شئی اذا فارقته عوض وليس لله ان فارقت من عوض

»ہر چیز جس سے توجہ اہو اس کا بدل ہے لیکن اگر اللہ سے جد اہو گیا تو اس کا
کوئی بدل نہیں۔«

حضرت ابو ھریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کلام
عرب میں سب سے اچھا کلام لمید شاعر کا ہے کہ

- الا کل شنی ما خلا الله باطل
وکل نعیم لا محالة زائیل

»ہر چیز جو اللہ کے سوا ہے وہ باطل ہے اور ہر نعمت یقیناً زائل ہو جانے والی

{ ہے }

عشق الہی کی اہمیت

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

والذین آمنوا شد حبّالله

(ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ سے شدید محبت ہوتی ہے)

کمال ایمان کی نشانی محبت الہی میں پختگی اور رسوخ ہے۔ وقت اور زمانے کے بدلتے
ہوئے حالات میں اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔

محبت محبت تو کتنے ہیں نیکن
محبت نہیں جس میں شدت نہیں ہے
محبت کے انداز ہیں سب پرانے
خبردار ہو اس میں جدت نہیں ہے

محبت الہی انسانی زندگی کی تنجیموں کو شیرینی میں بدل دیتی ہے۔ دل میں عشق الہی

سے ایسی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے کہ جس کا خدا سے واسطہ اس کا بے چینی سے کیا واسطہ۔

از محبت تجھما شیریں شود

وز محبت سمجھما زریں شود

از محبت دردہ صافی شود

وز محبت دردہ شافی شود

{محبت سے کڑوے میٹھے من جاتے ہیں، محبت سے چاندی سونا من جاتی ہے، محبت سے درد زائل ہو جاتے ہیں، محبت سے درد شافی ہو جاتے ہیں}

مشق و محبت کا مفسوم

حضرت شبیلی کا فرمان ہے۔

سمیت المحبة لانها تمحو من القلب ما سوى المحبوب

(محبت نام اس لئے رکھا گیا کہ وہ محبوب کے مساواہ ہر چیز کو محکر دیتی ہے)

استار ابوالقاسم قثیری کا قول ہے کہ

المحبة محو المحب لصفاته و اثبات المحبوب بذاته

محبت محبت کو صفات کی وجہ سے مٹا دینا اور محبوب کو اس کی ذات کے ساتھ
ثابت کرنا ہے)

حضرت سنون محبت فرماتے تھے۔

ذهب المحبون لله بشرف الدنيا والآخرة لأن النبي صلى

الله عليه وسلم قال المرء مع من احب

(اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرنے والے دنیا و آخرت کی شرف لے گئے اس

لئے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ہدہ جس سے محبت کرے گا اسی کے ساتھ ہو گا)

محبت دل کی اس کیفیت کا نام ہے جو محبوب کے وصل کے لئے محبت کو بے چین کر دیتی ہے۔ جب نبی اکرم ﷺ پر یہ آیت اتری "ل عمرک" (آپ کی عمر کی قسم) تو آپ نے عبادت میں اس قدر زیادتی فرمائی۔ "حتیٰ تور مت قدماء" (حتیٰ کہ آپ کے قدم مبارک متورم ہو جاتے)۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا " طہ ما انزلنا علیک القرآن لتشقی " (طہ، ہم نے قرآن اس لئے نازل نہیں کیا کہ آپ مشقت میں پڑیں) امام غزالی نے کسی کو درج ذیل اشعار پڑھتے ساتوبے ہوش ہو گئے۔

لقد لسعت حیة الھوی کبدی

فلا طیب لها ولا راتی

الا الحبیب الذی شفت

فعمدہ رقیتی و قریاقی

{ محبت کے سانپ نے میرے جگر کو کائناتہ تو اس کا کوئی طبیب ہے اور نہ

جھاڑ پھونک کرنے والا۔ سوائے اس محبوب کے جس نے میرا دل بھر دیا

اسی کے پاس میرا جھاڑ پھونک اور میرا اعلان ہے }

طبیب کو بلا یا گیا اس نے نفس وغیرہ دیکھ کر کہا کہ اسے محبت کا مرض ہے۔

دو سچی باتیں

عشق و محبت کی دنیا میں دو باتیں بڑی ٹھوس ہیں :

۱۔ عاشق اپنے محبوب حقیقی کے حسن و جمال کی جتنی تعریف کرے اتنی ہی کم ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

قل لو کان البحر مداداً لکلمات ربی لنفڈ البحر قبل ان
تنفڈ کلمات ربی ولو جتنا بمثله مداداً
﴿کہہ دیجئے اگر سند رروشائی بن جائے میرے رب کی باتوں کے لئے تو ختم
ہو جائے سند راس سے پہلے کہ ختم ہوں میرے رب کی باتیں اگرچہ ہم
اس جیسا ایک اور سند رائے آئیں اس کی مدد کو﴾

② - جو انسان اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے نام کا ڈنکا پوری
دنیا میں جاویتا ہے۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ جب ہندہ اپنی عبادات کے ذریعے اللہ
تعالیٰ کا مقرب بن جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ جبراًیلؐ کے ذریعے آسمان و زمین میں یہ اعلان
کروادیتے ہیں کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ فلاں ہندے سے محبت کرتے ہیں۔

ثم یوضع له القبول فی الارض
 ﴿پھر اس کے لئے زمین میں قبولیت رکھ دی جاتی ہے﴾
 ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعض
 ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما
 ﴿جس کا دل عشق کے ساتھ زندہ ہو وہ مرتا نہیں لہذا دنیا کی تاریخ پر ہمارا
 دوام پختہ ہے﴾

عشق الہی کے دلائل

ایک حدیث قدسی میں وارد ہوا ہے۔

کنت کنزا مخفیا فاجبیت ان اعرف فخلقت الخلق

(میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا پس میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں لہذا مخلوق کو پیدا کیا)

چنانچہ چاہت، محبت اور عشق ہی تخلیق کائنات کا سبب بنا۔

عشق شد ایجاد عالم را سبب
گوش کن اجبت ان اعرف زرب
} عشق ہی ایجاد عالم کا سبب ہے پس تورب کی بات پر کان لگا کہ میں نے چاہا
کہ پہچانا جاؤں {

اللہ تعالیٰ کو مومنین سے محبت ہے اسی لئے ارشاد فرمایا۔

الله ولی الذین آمنوا

(اللہ دوست ہے ایمان والوں کا)

حالانکہ بدے نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہوا پس حق تو یہ بنا تھا کہ کما جاتا ایمان
والے اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں۔ مگر فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ دوست ہے ایمان والوں کا۔
اس عزت افزائی پر انسان کیوں نہ قربان جائے کہ اللہ تعالیٰ نے دوستی کی نسبت اپنی
طرف کی۔

قرآن مجید میں ایک جگہ وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو پیدا کر دیگا۔

یحبهم و یحبوه

(اللہ تعالیٰ ان سے محبت کر دیگا اور وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کر دیں گے)

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کے ذکرے کو مقدم کیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ان الله اشتري من المؤمنين انفسهم و اموالهم بان لهم الجنة
 (بے شک اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے ان کی جانوں اور مالوں کو جنت کے
 بد لے خرید لیا ہے)

دستور یہ ہے عام آدمی اگر کوئی چیز خریدنا چاہے اور اسے پہلے سے پتہ بھی چل جائے
 کہ اس چیز میں کیا کیا عیب ہیں پھر بھی خرید لے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ چیز اپنے
 فناں کے باوجود اس آدمی کو اچھی لگی۔ اس بات کو سامنے رکھتے ہوئے ہم یہ کہ سکتے
 ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا تو اسے اس کے عیوب کا پہلے سے پتہ تھا۔ وہ جانتا تھا
 کہ یہ ”ضعیفاً“ (کمزور) ”عجولاً“ (جلد باز) ”هلوعاً“ (جھگڑا لو) ”منوعاً“ (منع
 کرنیوالا) اور ”جزوعاً“ (جزع فرع کرنیوالا) ہے مگر اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اپنی
 جنت کے بد لے میں اسے خرید لیا۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ان
 بدوں سے محبت کرتے ہیں جو ایمان والے ہوتے ہیں۔

دبلیل 3

حضرت بایزید بسطامیؒ فرمایا کرتے تھے۔

المحبة استقلال الكثير من نفسك و استکثار القليل من حبيبك
 (محبت یہ ہے کہ اپنی دی ہوئی زیادہ چیز کو تھوڑا سمجھنا اور محبوب کی عطا
 کردہ تھوڑی چیز کو زیادہ سمجھنا)

اس اصول کے مطابق اگر قرآن مجید میں غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ
 نے اپنے بدوں کو اتنی نعمتوں سے نوازا ہے کہ ان نعمتوں کو شمار بھی نہیں کیا جاسکتا۔

وَانْ تَعْدُوا نَعْمَةَ اللَّهِ لَا تَحْصُوهَا

(اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرو تو نہیں کر سکتے)

گر اتناب سچھ عطا فرمانے کے باوجود جب دنیا کا مذکورہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

قل متع الدنیا قلیل (آپ کہہ دیجئے کہ دنیا کی متاع تھوڑی ہے)

گویا اپنی طرف سے زیادہ دی ہوئی چیز کو تھوڑا کیا اور جب بندوں نے اپنے پروردگار کا ذکر کیا تو اگرچہ یہ ذکر محدود تھا مگر اس پر اللہ تعالیٰ نے کثیر کا لفظ استعمال کیا۔ فرمایا

واللہ اکرین اللہ کثیراً (کثرت سے ذکر کرنے والے)

تو یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کو مومنین سے محبت ہے۔

نتیجہ : جب اللہ تعالیٰ کو ایمان والوں سے محبت ہے تو اس محبت کا عکس مومنین کے دلوں پر اسی طرح پڑتا ہے کہ مومنین کے دل اللہ تعالیٰ کی محبت سے لبریز ہو جاتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

والذین آمنوا اشد حبالله

(ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ سے شدید محبت ہوتی ہے)



باب 2

حُقُوقِ اللّٰہ کے اڑات

عشقِ اللّٰہ کی برکات اتنی زیادہ ہیں کہ جس انسان کے دل میں یہ پیدا ہو جاتی ہیں اس کے سر سے لے کر پاؤں تک کو منور کر دیتی ہیں۔

چہرے میں تباہ

عاشق صادق کا چہرہ عشقِ اللّٰہ کے انوار سے منور ہوتا ہے عام لوگوں کی نظریں جب اس کے چہرے پر پڑتی ہیں تو ان کے دل کی گرہ کھل جاتی ہے۔

⦿ ایک مرتبہ کچھ ہندوؤں نے اسلام قبول کیا۔ دوسرے لوگوں نے ان سے پوچھا کہ تو نے ایسا کیوں کیا تو انہوں نے علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے چہرے کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ چہرہ کسی جھونٹے شخص کا چہرہ نہیں ہو سکتا۔ چونکہ یہ مسلمان ہے المذاہم بھی مسلمان ہن گئے ہیں۔

⦿ حضرت مرشدِ عالم ایک مرتبہ حرم شریف میں تھے کہ آپؐ کی نظر حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ کے چہرے پر پڑی۔ آپؐ نے ان سے ملاقات کی اور پوچھا کہ تاری صاحب آپ نے ایسا نورِ الٰہی چہرہ کیسے بنایا؟ انہوں نے مسکرا کے کہا یہ میں نے نہیں بنایا میرے شیخ نے بنایا ہے۔

حدیث پاک میں اللہ والوں کی پچان یہ ہتائی گئے ہے کہ الذین اذا راواذ کر اللہ (وہ لوگ جنہیں تم دیکھو تو اللہ یاد آئے) گویا اللہ والوں کے چروں پر اتنے انوار ہوتے ہیں کہ انہیں دیکھ کر اللہ تعالیٰ یاد آتا ہے۔ قرآن مجید میں صحابہ کرامؐ کے بارے میں ہے۔ سبھما هم فی وجوههم من اثر السجود (ان کی نشانی ان کے چروں میں ہے۔ سبھما هم فی وجوههم من اثر السجود) گویا سجدوں کی عبادتیں چرے پر نور بنا کر سجادی جاتی ہیں۔

◎۔ بعض صحابہ کرامؐ فرمایا کرتے تھے کہ جب نبی اکرم ﷺ کی طبیعت بہت زیادہ ناساز تھی اور حضرت ابو بکرؓ نماز کی امامت کردار ہے تھے تو ایک نماز کے بعد نبی اکرم ﷺ نے گھر کا دروازہ کھول کر مسجد میں دیکھا تو ہمیں آپ ﷺ کا چہرہ یوں لگا۔ کانہ و رفقة مصحف (جیسے وہ قرآن کا ورق ہو)۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ جب غار ثور میں حضرت ابو بکرؓ اپنی گود میں نبی اکرم ﷺ کا سر مبارک لے کر بیٹھے تھے اور ان کے چہرہ انور کو دیکھ رہے تھے تو فرماتے ہیں کہ مجھے اپنے تصور میں یوں لگتا ہے کہ اے ابو بکرؓ تیری گود رحل کی مانند ہے اور نبی اکرمؐ کا چہرہ انور قرآن کی مانند ہے اور اے ابو بکرؓ تو قاری ہے جو بینھا قرآن پڑھ رہا ہے۔

◎۔ ایک مرتبہ حضرت خواجہ ابو الحسن خرقانی نے فرمایا کہ بازیزید بسطامیؒ کے چرے پر اتنا نور تھا کہ جو دیکھتا تھا اس کے دل کی گرہ کھل جاتی تھی۔ ایک صاحب نے اعتراض کیا کہ ابو جہل نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا تو اس کے دل کی گرہ نہ کھلی تو آپؐ کیسے کہ سکتے ہیں کہ بازیزید بسطامیؒ کے چرے کو دیکھ کر لوگوں کے دل کی گرہ کھل جاتی تھی؟ حضرت خواجہ ابو الحسن خرقانی نے فرمایا، ارے نامعقول ابو جہل نے نبی اکرم ﷺ کے چہرہ انور کو دیکھا ہی کب تھا؟ وہ شخص حیران ہو کر کہنے لگا کہ دیکھا کیوں نہیں تھا؟ فرمایا اللہ جمل

نے محمد بن عبد اللہ کو دیکھا تھا اگر ایک مرتبہ بھی محمد رسول اللہ ﷺ سمجھ کر نگاہ ڈال لیتا تو ہدایت سے محروم نہ رہتا۔

◎۔ حضرت عبد اللہ بن سلام یہود کے بڑے عالم تھے۔ نبی اکرم ﷺ سے تین سوالات پوچھنے کی نیت سے آئے مگر چہرہ انور کو دیکھ کر اسلام قبول کر لیا۔ کسی نے پوچھا کہ آپ آئے تو کسی اور مقصد سے تھے یہ کیا ہوا۔ نبی اکرم ﷺ کے چہرہ انور کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ والله هذا الوجه ليس وجه الكذاب (اللہ کی قسم یہ چہرہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہو سکتا)

تاہمین حضرات میں سے بعض حکام نے اپنے لوگوں کو کفار کے پاس جزیہ و صول کرنے کے لئے بھیجا تو انہوں نے انکار کر دیا۔ پوچھا کہ کیا وجہ ہے ہمارے باپ دا، اکو تو تم جزیہ دیتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہاں وہ لوگ آتے تھے تو ان کے کپڑے پھٹے پرانے، ان کے بال بھرے ہوئے، آنکھوں میں رات کی عبادتوں کی وجہ سے سرخ ڈورے پڑے ہوئے ہوتے تھے مگر چروں پر اتنارعب ہوتا تھا کہ ہم آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھ سکتے تھے۔ تم میں وہ اوصاف نہیں، جاؤ ہم تمہیں کچھ نہیں دے سکتے۔

نگاہ میں تاثیر

عاشق صادق کی نگاہ اتنی پر تاثیر ہوتی ہے کہ جہاں پڑتی ہے اپنا اثر چھوڑ جاتی ہے۔ بقول شخص

نگاہ ولی میں وہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

◎۔ حضرت خواجہ غلام حسن سواؤ "سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے بزرگوں میں سے تھے۔

ان کی خدمت میں کوئی کافر آتا اور یہ اس کی طرف نگاہ بھر کر دیکھتے تو وہ مسلمان ہو جاتا۔ ایسے کئی نوجوان ہندو مسلمان میں گئے ہندوؤں نے ان کے خلاف مقدمہ درج کر دیا کہ یہ آدمی ہمارے نوجوانوں کو زبردستی مسلمان بنا تا ہے۔ چنانچہ حضرتؐ کو عدالت میں طلب کیا گیا۔ آپ تشریف لے گئے اور پوچھا کہ مجھے کس وجہ سے بلا بیا گیا ہے۔ مجھریث نے کہا کہ آپ پر الزم یہ ہے کہ آپ ہندوؤں کو زبردستی مسلمان بناتے ہے۔ حضرت خواجہؓ یہ سن کر بہت حیران ہوئے۔ پھر ایک طرف دعوی دائر کرنے والے ہندوکھڑے تھے ان کی طرف متوجہ ہو کر ایک سے پوچھا کہ ارے میاں کیا میں نے آپ کو مسلمان بنایا ہے؟ ان نے جواب میں کلمہ پڑھ دیا۔ پھر دوسرے کی تیسرے اور چوتھے کی طرف اشارہ کیا تو سب نے کلمہ پڑھ دیا۔ مجھریث خود ہندو تھا اس کو ڈر ہوا کہ کیسی میری طرف بھی اشارہ نہ کر دیں۔ کہنے لگاں بس بات سمجھ میں آگئی۔ مقدمہ خارج کر کے آپ کو باعزت بردی کیا جاتا ہے۔

◎۔ حضرت شاہ عبدالقدارؒ نے دہلی کی ایک مسجد میں اٹھارہ سال اعتکاف کی نیت سے گذارے۔ اسی دوران میں قرآن مجید کا ترجمہ بھی مکمل کیا۔ جب مسجد سے باہر نکلے تو سامنے ایک کتے پر نظر پڑ گئی۔ اس کی یہ حالت ہو گئی کہ جذب طاری رہتا۔ دوسرے کتے اس کے پیچے چلتے۔

حدیث پاک میں آیا ہے کہ العین حق (نظر لگنا حق ہے) صحابہ کرامؐ میں سے بعض کو نظر لگی تو نبی اکرم ﷺ نے اسے اتارنے کا طریقہ بتایا۔ سوچنے کی بات ہے کہ جس نظر میں حسد ہو کیونہ ہو بعض ہو اگر وہ اثر کر سکتی ہے تو عشاقوں کی وہ نگاہ جس میں اخلاق ہو، رحمت ہو، شفقت ہو وہ اپنا اثر کیوں نہیں دکھا سکتی؟

زبان میں تاثیر

عاشق صادق کی زبان میں ایسی تاثیر ہوتی ہے کہ ایک طرف سے تو اس سے نکلی ہوئی دعا اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول کر لی جاتی ہے۔ دوسری طرف ان کی بات مخلوق کے دل میں اترتی چلی جاتی ہے۔ عام انسان وہی بات کرے تو دوسرے پر اثر نہیں ہوتا مگر سوز عشق رکھنے والا اگر وہی بات کریگا تو دل کی گمراہیوں میں اترتی چلی جائے گی۔

دل سے جو بات نکلتی ہے اُثر رکھتی ہے

حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی کے صاحبزادے تحصیل علم سے فارغ ہو کر مگر آئے تو ایک محفل میں حضرت نے اسے فرمایا کہ پیٹا یہ سالکین کی جماعت تمہارے ساتھ یتھی ہے انہیں کچھ نصیحت کرو۔ صاحبزادے نے علوم و معارف سے بھر پور وعظ کیا مگر لوگ اُس سے مس نہ ہوئے۔ بالآخر حضرت نے فرمایا، فقیر وہ! کل ہم نے دو دھ رکھا تھا کہ سحری کریں گے مگر میں آئی اور اسے پی گئی۔ اس یہ بات سنتے ہی سب لوگ دھاڑیں مار مار کر رونے لگ گئے۔ محفل کے اختتام پر مگر پہنچ تو حضرت نے صاحبزادے سے فرمایا کہ پیٹا تم نے اتنا اچھا بیان کیا مگر کسی کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ میں نے عام بات کی تو لوگوں پر گریہ طاری ہو گیا۔ صاحبزادے نے کہا ابا جان یہ تو آپ ہی سمجھا سکتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ جب دل سوز عشق سے بھرا ہو تو زبان سے نکلی ہوئی ہربات میں تاثیر ہوتی ہے۔

مٹی میں تاثیر

انسان تو پھر بھی گوشت پوست کا ہنا ہوا دھڑ کنے والا دل اپنے سینے میں رکھتا ہے۔ عشق تو ایسی چیز ہے کہ مٹی میں مل جائے تو اسے یادگار بنا دیتا ہے۔ تاج محل اور مسجد قرطبا کس لئے مشہور و معروف ہیں، انہیں کس نے یادگار بنایا۔ یہ مٹی کی بنی ہوئی عمارتیں تاریخ کی کتابوں کی زینت کیوں نہیں۔ اس لئے کہ ان کی تغیریں عشق میں عشق کا جذبہ شامل تھا۔

عشق نے آباد کر ڈالے ہیں دشت و کوہ سار



باب 3

دنیا میں عشاق کی حالت

رب کائنات کا فرمان ہے۔

و تلك الايام نداولها بين الناس

(هم یہ ایام انسانوں کے درمیان اوتے بدلتے رہتے ہیں)

انسانی زندگی کے سمندر کا تلاطم حالات کی موجودوں کے انتار چڑھاؤ سے وجود میں آتا ہے۔ کبھی بھار ہے تو کبھی خزاں، کبھی وصل ہے تو کبھی جدا، کبھی قرب ہے تو کبھی بعد، کبھی صحت ہے تو کبھی بیماری۔ حالات کبھی ایک جیسے نہیں رہتے۔ بقول علامہ اقبال

سکون حال ہے قدرت کے کارخانے میں

ثبات ایک تغیر کو ہے زمانے میں

پر بدلتے حالات کے پیش نظر عاشق کی کیفیات بھی متاثر ہوتی ہے۔ لذ اکبھی اسے خوشی ہے تو کبھی غم، کبھی قبض تو کبھی سلط، کبھی محبوب کی طرف سے لطف و کرم ہے تو کبھی قرود عتاب، کبھی جوش جنوں تو کبھی بحر پر سکون۔ بقول شاعر

کبھی جوش جنوں ایسا کہ چھا جاتے ہیں صحر اپر

کبھی ذرے میں گم ہو کر اسے صحر اسمجھتے ہیں

تاہم یہ طے شدہ بات ہے کہ احوال و کیفیات جیسی بھی ہوں عاشق صادق ہر حال

میں اپنے محبوب سے راضی رہتا ہے۔ یہی سوچتا ہے کہ
 لطف بجن دم بدم تھر بجن گاہ گاہ
 ایس بھی بجن واہ واہ اوں بھی بجن واہ واہ
 { محبوب کی عنایت تو ہر دم لیکن محبوب کی سختی کبھی کبھی، یہ بھی اے محبوب
 واہ واہ وہ بھی اے محبوب واہ واہ }

عشق کی کیفیات

راہِ عشق کے مختلف حالات میں عاشق کی مختلف کیفیات کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

① - عاشق شوق و صل میں اسقدر تڑپتا ہے کہ کسی کروٹ چین اور اطمینان نہیں

ہوتا۔ اس کا کام یاد لبر میں لگے رہنا ہی ہوتا ہے۔

مجھ کو نہ اپنا ہوش نہ دنیا کا ہوش ہے

بیٹھا ہوں مت ہو کے تمہارے جمال میں

تاروں سے پوچھ لو میری رواداد زندگی

راتوں کو جاتا ہوں تمہارے خیال میں

② - جب اداکی غالب ہوتی ہے تو رونے دھونے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوتا۔ رونا

عشق کی شان بڑھاتا ہے اور روٹھے یار کو مناتا ہے۔

خود تو پر دے میں ہیں اور ذوق نظر دیتے ہیں

اور بھی تیز میرے شوق کو کر کر دیتے ہیں

پہلے خود آگ لگا جاتے ہیں آگر دل میں

پھر محانا کے لئے دیدہ تر دیتے ہیں

③ - عاشق کی تمنا ہوتی ہے کہ محظی اس کی طرف محبت بھری نگاہوں سے دیکھ لے وہ پروردگار عالم کی طرف سے رحمت کا منتظر ہوتا ہے اور جانتا ہے کہ میرا کام فقط ایک نگاہ بلکہ نہ نگاہ پر موقوف ہے۔

خدارا سوئے مشتا قاں نگاہے
پیا پے کر نہ باشد گاہے گاہے
نگاہے کن کہ امید از ک دارم
کہ دارم از تو امید نگاہے

{ خدا کے لئے عاشقوں کی طرف ایک نظر ہی کر دیجئے چلو ہمیشہ نہ سی کبھی
کبھی عی سی۔ ایک نگاہ کر کہ جو امید میں رکھتا ہوں بجھی سے ایک نظر کی
امید رکھتا ہوں }

④ - وصل یار سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں ہو سکتی۔ اس کے سوا ہر چیز فضول اور بے معنی نظر آتی ہے۔ اس کی خاطروں ہر چیز لٹانے کو تیار ہوتا ہے۔

جز از وصل ہر چیزے فضول است
زصد دنیا مرا وصلے قبول است
زمن پری دخول جنتے چیست
وصل دوست در جنت دخول است

{ وصل کے سوا ہر چیز فضول ہے سو دنیا کے بد لے ایک وصل قبول ہے مجھ سے تو پوچھتا ہے دخول جنت کیا ہے، دوست کی ملاقات ہی جنت میں داخلہ ہے }

⑤ - اللہ تعالیٰ کی نظر عنایت جس طرف ہو جاتی ہے وہیں بھار آجائی ہے۔ خزان کا

موسم ان کے اعراض (بے پرواہی) کا دوسرا نام ہے۔

یہ خزاں کی فصل کیا ہے فقط ان کی چشم پوشی

وہ اگر نگاہ کر دیں تو ابھی بہار آئے

⑥۔ محبوب کی عنایت ہوتی ہے تو عاشق صادق روتا ہے۔ یہ غم کے آنسو نہیں ہوتے بلکہ خوشی کے آنسو ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ محبت کی خوشیاں اور محبت کا ماتم آنسوؤں سے بھی کیا جاتا ہے۔ انسان کا دل تو پھر بھی گوشت کا بنا ہوتا ہے محبوب کی نظر تو پھر میں بھی اثر کر دیتی ہے۔

حسینے کرو سوئے من نگاہ ہے

نہی دارم دگر کارے جز آہے

گناہم چیست قلب من نجم است

نگاہ او کند در سنگ را ہے

﴿ ایک حسین نے میری طرف نگاہ کی بس اب میرا کام آہیں بھرنا ہی رہ گیا۔ میرا گناہ کیا ہے میرا دل گوشت کا ایک ٹکڑا ہے، اس کی نگاہ تو پھر میں سوراخ کر ڈالتی ہے ﴾

⑦۔ ہجر کی کیفیت میں عاشق کا دل پارہ پارہ ہوتا ہے۔ عاشق صادق کو ہجر کی حالت میں کسی طرح بھی آرام نہیں آتا۔

دل ما دلبرا دیوانہ تت

بیا بے فکر خانہ خاصہ تت

تو از شد و شکر مارا لذیذی

دل اندر ہجر دانہ دانہ تت

{ اے محبوب ہمارا دل تیرا دیوانہ ہے، بے فکر ہو کر گھر میں آ جائیہ تیرا ہی گھر
ہے۔ تو شہد اور شکر سے مجھے زیادہ لذیذ ہے۔ دل تیری جدائی میں ریزہ ریزہ
ہے اور یہ ریزہ بھی تیرا ہی ہے }

⑧ - دنیا کی کوئی چیز اس کا دل نہیں بھاتی اور نہ وہ کسی چیز کو خاطر میں لاتا ہے۔ اللہ
تعالیٰ کی رضا اور اس کے وصل کے سامنے ذلیل دنیا کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔

بہ شوق ماہ رویاں دل کباں
روو عمرے دریں کار ثوابم
بہ خواب اندر تجاست جاہ و مال است
نہ عاشق پر نجاست چوں ذبام

{ حسینوں کے شوق میں میرا دل کتاب ہے، میری عمر کا رثواب میں گزر
رہی ہے۔ خواب میں نجاست دیکھنا جاہ و مال ہے۔ میں مکھی کی طرح نجاست
پر عاشق نہیں ہوں }

⑨ - اگر کوئی شخص اس عاشق صادق کو نصیحت کرتا ہے کہ عشق میں دیوانگی اچھی بات
نہیں تو یہ اسے اپنادشمن سمجھتا ہے۔

میں اسے سمجھوں ہوں دشمن جو مجھے سمجھائے ہے
بلکہ اس کا جی چاہتا ہے کہ یہ نصیحت کرنے والا اگر میرے محبوب حقیقی کے حسن
جمال کا ایک جلوہ دیکھ لیتا تو یہ بھی میری طرح دیوانہ من جاتا۔

مرا طعنہ ذہب واعظ بعشقت
تو یک بارے ہموئے او فر کن
ورامند ما دیوانہ گردان

تکبر از دماغ او بدر کن
 {واعظ مجھے تیرے عشق کے طغی دیتا ہے۔ اے محبوب تو ایک نظر اس پر
 بھی ذرا ذوال دے۔ اسے بھی میری طرح اپنا دیوانہ بنالے، اور اس کے دماغ
 سے تکبر کو دور گردے۔ چلا سی بھر میں سونا حرام ہے لہذا تو بھر کی رات کو
 فریاد کرتے کرتے صبح کر دے}

دوستاں منع کنندم کہ چرا دل ہو دادم
 یا یہ اول ہو گفت کہ چنیں خوب چرانی
 {مجھے دوست منع کرتے ہیں کہ میں نے تجھے دل کیوں دیا ہے حالانکہ انہیں
 پہلے تجھے کہنا چاہئے تھا کہ تو اتنا حسین کیوں ہے}

⑩۔ عاشق صادق کے لئے اپنے اور پرانے کی پہچان کا معیار اس کا محبوب ہوتا ہے۔ اگر
 اس کا دشمن بھی اس کے محبوب سے محبت کرے تو یہ اسے اپنا دوست سمجھتا ہے اور اگر
 اس کا دوست اس کے محبوب حقیقی سے بیگانہ ہے تو یہ اسے پرایا سمجھتا ہے۔

سودائے تو اندر دل دیوانہ ماست
 ہر جا کہ حدیث تت افسانہ ماست
 بیگانہ کہ از تو گفت آں خویش من ماست
 خویشی کہ نہ ازہ تو گفت بیگانہ ماست

{ہمارا ہی افسانہ ہو گا جو اجنبی تیرے بارے میں بات کرے وہ میرا اپنا ہے جو
 میرے تعلق والا تیری بات نہ کرے وہ ہمارا بیگانہ ہے}

⑪۔ عاشق کو محبوب کی یاد سے راحت ملتی ہے۔ محبوب کا نام بار بار لینے سے اسکے دل کو
 سکون ملتا ہے۔

کتنی تسلیم ہے وابستہ ترے نام کے ساتھ
نیند کا نٹوں پر بھی آجائی ہے آرام کے ساتھ
⑫۔ عاشق یہ تصور بھی نہیں کر سکتا کہ وہ محبوب کی یاد کے بغیر زندگی کے چند لمحے
گزارے۔ اسے جانے کی حالت میں خیال یار اور سونے کی حالت میں محبوب کے خواب
نظر آتے ہیں۔

بزمِ انجم میں قبا خاک کی پنی ہم نے
بس مری ساری فضیلت اسی پوشک سے ہے
خواب میں بھی تجھے بھولوں تو روا رکھ مجھ سے
وہ رویہ جو ہوا کا خس و خاشک سے ہے
⑬۔ عشق الائچی ایک ایسی شراب ہے کہ جس کے جام پر جام پی کر بھی نہ تو عاشق سیر
ہوتا ہے اور نہ ہی شراب ختم ہوتی ہے۔

اموات اذا ذكرتك ثم احيا
ولولا ماء وصلك ما حييت
فاحيا باطنى و اموات شوقا
فكم احياء عليك وكم اموات
شربت الحب كاماً بعد كاس
فما نفد الشراب ولا رويت

{جب میں تجھے یاد کرتا ہوں مر جاتا ہوں پھر زندہ ہوتا ہوں اور شوق میں
مر جاتا ہوں میں کتنی مرتبہ زندہ ہوتا ہوں اور کتنی مرتبہ مرتا ہوں۔
میں نے محبت کی شراب کا پیالے پے پیالہ پیا ہے مگر نہ شراب سے آفاقت ہوا

نہ دیدے سے}

⑯ - عاشق کے دل میں محبوب کا نام اور عاشق کی آنکھوں میں محبوب کا تصور رہتا ہے پس اس کا دل اور اسکی آنکھیں محبوب کے لئے بے قرار ہوتی ہیں۔

لی حبیب خیالہ نصب عینی
و اسمہ فی ضمائری مکنون
ان تذکرته فکلی قلوب
وان تاملتہ فکلی عيون

«میرا ایک دوست ہے جس کا خیال میری آنکھوں کے سامنے رہتا ہے۔ اور اس کا نام میرے دل میں چھپا ہوا ہے۔ اگر اسے یاد کروں تو میرا سارا جسم دل میں جاتا ہے اور اگر میں اسے دیکھوں تو سارا جسم آنکھیں میں جاتا ہے»

⑮ - جب عاشق صادق کو یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ اسکی آہ محبوب تک پہنچ رہی ہے تو اس سے اس کے دل کو تسلی مل جاتی ہے۔

- عاشقان را ایں بود آرام جاں
کہ رساند آہ راہ تا آسمان

«عاشقوں کے دل کا آرام اس سے ہوتا ہے کہ آہ کو آسمان تک پہنچاویتے ہیں»

⑯ - یہ بھی عجیب بات ہے کہ جس طرح دنیا کے فاصلے قدموں کے ذریعے چل کر طے کئے جاتے ہیں اس طرح باطنی دنیا کے فاصلے آنکھوں سے آنسوؤں کے موتی گرا کر طے کئے جاتے ہیں۔

- ساری چک دک تو انہی موتیوں سے ہے
آنسو نہ ہوں تو عشق میں کچھ آبرو نہیں

⑯۔ عاشق کی حالت کس قدر قابل رحم ہوتی ہے کہ جدائی ہو تو بھی وصل کے شوق میں رونا اور اگر وصل ہو تو احساس تشكیر میں رونا شاید عشق اور رونے میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔

عاشق دا کم رونا دھونا تے من روون نہیں منظوری
دل روے چاہے اکھیاں روون تے وج عشق دے رون ضروری
کئی تے روون دید دی خاطر کئی روندے وج حضوری
تے اعظم عشق وج رونا پیندا چاہے وصل ہوے چاہے دوری
﴿عاشق کا کام رونا دھونا ہے روئے بغیر منظوری نہیں ہے۔ دل روئے یا
آنکھیں روئیں عشق میں رونا ضروری ہے۔ کچھ دیدار کے لئے روتے ہیں
اور کچھ حاضری میں بھی روتے ہیں۔ اعظم عشق میں رونا ہی پڑتا ہے خواہ
قرب ہو خواہ دوری﴾

⑰۔ جب آنکھیں محبوب کی متلاشی ہوں اور دل محبت سے لبریز ہو تو زبان پر بھی اسی
کے فنانے رہتے ہیں۔ ایسے میں محبوب کیسے او جھل ہو سکتا ہے۔

ـ خیالک فی عینی و ذکرک فی فمی
و مشواک فی قلبی فاین تعیب

﴿تیرا تصور میری آنکھوں میں اور تیرا ذکر میر پے منہ میں اور تیرا ٹھکانہ
میرے دل میں تو کہاں غائب ہو گا﴾

⑲۔ جب سورج نکلتا ہے محبوب کی یاد دلاتا ہے جب غروب ہوتا ہے تو محبوب کی یاد
دلاتا ہے۔ عاشق دوستوں کی محفل میں بیٹھتا ہے تو محبوب کے تذکرے اور اگر اسے
محبوب کی طرف سے ملاقات کا پیغام ملے تو سرا اور آنکھوں کے بل چل کے جانے کے

لئے تیار۔

وَاللَّهِ مَا طَلَعَتْ شَمْسٌ وَلَا غَرْبَتْ
 إِلَّا وَانْتَ فِي قَلْبِي وَوَسُوسَتِي
 إِلَّا ذَكْرُكَ مَحْزُونًا وَلَا طَرْبًا
 إِلَّا وَحْكَ مَقْرُونٌ بِنَفَاسِي
 وَلَا هَمْمَتْ بِشْرَبِ الْمَاءِ مِنْ عَطْشِي
 إِلَّا رَأَيْتَ خِيَالًا مِنْكَ فِي الْكَاسِ
 فَلَوْ قَدِرْتَ عَلَى الْإِتِيَانِ زَرْتَكُمْ
 سَحْبًا عَلَى الْوَجْهِ أَوْ مَشِيًّا عَلَى الرَّاسِ

﴿اللہ کی قسم سورج نکلا اور نہ غروب ہوا مگر تو میرے دل اور میرے خیالات میں تھا۔ میں کسی قوم میں گفتگو کے لئے نہ بیٹھا مگر میری مجلس والوں میں تو ہی میری گفتگو تھا۔ میں نے تجھے غمی یا خوشی میں یاد نہ کیا مگر تیری محبت میری سانسوں میں ملی ہوئی تھی۔ میں نے پیاس سے پانی پینے کا ارادہ نہ کیا مگر تیری اخیال پیالے میں دیکھا۔ اگر میں آنے کی طاقت رکھتا اور میں چہرے کے بل گھست کریا سر کے بل چل کر تیری ملاقات کو آتا۔﴾

20 - عام لوگ تو عبادات میں یہ پہلو بھی سامنے رکھتے ہیں کہ اس عمل کو کرنے پر اتنا اجر اور اس عمل کو کرنے پر اتنا اجر ملے گا۔ گویہ بھی ایک کیفیت ہے مگر عاشق کا حال تو انہ کھا ہوتا ہے کہ وہ فقط محبوب کی رضا کے لئے ہر کام کرتا ہے۔ بقول حضرت شاہزادہ فتحی بدگی سے ہمیں تو مطلب ہے
 ہم ثواب و عذاب کیا جائیں

کس میں کتنا ثواب ملتا ہے
عشق والے حساب کیا جائیں

(21) - ارشاد باری تعالیٰ ہے کل یوم ہو فی شان (ہر دن میں اس کے لئے نبی شان ہے)۔ جب جمال یار کا ہر دن نیا جلوہ اور نیا انداز ہوتا ہے تو عاشق صادق کے دل میں بھی ہر دن محبت کا نیا جذبہ اور نیا بال ہوتا ہے۔ نہ اللہ تعالیٰ کے حسن و جمال کی کوئی انتہا اور نہ عاشق کے شوق کی کوئی انتہا۔ ایسے میں غیر کی طرف میلان ممکن ہی نہیں رہتا۔ حضرت خواجہ غلام فریدؒ کے چند اشعار درج ذیل ہیں۔

ہور کمانی مول نہ بھائیں
الف نعم دل کھس دے میاں جی
'ب' 'ت' دی میکوں لوڑ نہ کائی
الف کیتم بے وس دے میاں جی
ذکر اللہ دا چرخہ چلا ویں
جمیں شامیں شامیں دے میاں جی
حیندیاں مردیاں یار دی رہماں
وسراں ہور ہوس دے میاں جی
راخھڑا میڈا میں راخھڑا دی
روو ازل دی ہس دے میاں جی
عشتوں مول فرید نہ پھر سوں
روز نویں ہم چس دے میاں جی
(اور کوئی کمانی مجھے اچھی نہیں لگتی۔ میاں جی الف نے میرا دل چھین لیا ہے)

مجھے بت کی ضرورت نہیں ہے۔ الف نے مجھے بے بس کر دیا ہے۔ ذکر اللہ
کی ضریب لگاتے رہنا اس سے تجھے شabaش ملے گی۔ جیتنے مرتبے میں اپنے یار
کی رہوں گی۔ اس کے علاوہ مجھے ہر فہم کی ہوس بھول چکی ہے۔ روز از روز
سے وہ میرا یار ہے اور میں اس کی یار ہوں۔ اے فرید! میں عشق الہی سے
ہر گز پیچھے نہیں ہوں گا کیونکہ مجھے تو ہر روز نیا مزہ آتا ہے }
ایک دوسری جگہ محبت الہی میں عجیب اشعار کے ہیں۔

میڈا عشق دی تو میڈا یار دی توں میڈا دین دی تو ایمان دی توں
میڈا جسم دی تو میڈا روح دی توں میڈا قلب دی توں جند جاں دی توں
میڈا کعبہ قبلہ مسجد منبر مصحف تے قرآن دی توں
میڈے فرض فریضے حج زکواتاں صوم صلوٰۃ اذان دی توں
میڈا ذکر دی توں میڈا فکر دی توں وجدان دی توں
میڈا سانوں مظہرا شام سلوٰنزاں من موهن جاناں دی توں
میڈی آس امید تے کھٹیا دیا میڈا تکیہ مان تران دی توں
میڈا اشرم دی توں میڈا اہرم دی توں
میڈا دکھ سکھ رون کھلن دی توں
میڈا خوشیاں دا اسباب دی توں
میڈا حسن تے بھاگ سماگ دی توں
میڈے ٹھنڈڑے ساہ تے منجھے منخاری ہنجواں دا طوفان دی توں
میڈی مہندی کبل سماگ دی توں میڈی سرخی بیڑا پان دی توں
میڈا بادل بر کھا کھمڑیاں گاجاں میڈی بارش تے باران دی توں

بے یار فرید قبول کرے سرکار وی توں سلطان وی توں

{میرا عشق بھی تو میرا یار بھی تو، میرا دین بھی تو میرا ایمان بھی تو، میرا جسم
 بھی تو میری روح بھی تو، میرا دل بھی تو میری جان بھی تو، میرا کعبہ قبلہ
 مسجد منبر، مصحف اور قرآن بھی تو، میرے فرض فریضے حج زکوٰۃ، نماز روزہ
 اذان بھی تو، میرا ذکر بھی تو میرا فکر بھی تو، میرا اذوق بھی تو میرا وجدان بھی
 تو، میرا محبوب یئھا پیارا دلکش محبوب بھی تو، میرا اسما را اور امیدوں کا
 آخری بھروسہ تو ہے۔ میرا دین ایمان بھی تو میری عزت بھی تو، میری
 شرم بھی تو میری شان بھی تو، میرا دکھ سکھ رونا ہنسنا بھی تو ہے۔ میرا درد
 بھی تو دوائی بھی تو ہے، میری خوشیوں کا اسباب بھی تو ہے، میری سوالوں
 کا سامان بھی تو ہے، میرا صن جوانی اور ساگ بھی تو ہے، میرا انھیب اور
 نام نشان بھی تو ہے میرے ٹھنڈے سانس اور اداہی بھی تو ہے، میرے
 آنسوؤں کا طوفان بھی تو ہے، میری مہندی کا جل داتن بھی تو ہے، میری
 سرخی یہاں اپان بھی تو ہے میرا بادل بر سات گرج چمک، میری بارش اور چینہ
 بھی تو ہے، اے فرید! اگر یار قبول کر لے تو سرکار بھی تو ہے بادشاہ بھی تو
 ہے}

(22)- عاشق کی تمنا ہوتی ہے کہ اسے محبوب کے ساتھ رازو نیاز کی باتیں کرنے کے لئے
 خلوت میر آجائے۔ اس کے لئے رات کے اندر ہیرے سے بہتر کوئی اور وقت نہیں
 ہو سکتا۔ اسی لئے تجد کے وقت انھنا اور مناجات کی لذت لینا اور آہوں اور سکیوں سے
 یار کا منان عاشق کا معمول ہوتا ہے۔

- انھ فریدا ستیا تے جھاڑو دے میت
 توں ستا تیرا رب جاگدا تیری کینوں نبھے پریت
 {اے سوئے ہوئے فرید انھ کر مسجد میں جھاڑو دے۔ تو سویا ہے رب جاگتا ہے، تیری
 دوستی کیسے نبھے گی }

② رات کی عباد توں کے باوجود عاشق صادق یہ سمجھتا ہے کہ مجھے جو کچھ کرنا چاہئے تھا
 وہ نہیں کر پایا۔ رات کو تو کہتے بھی جاگ کر اپنے ماں کے گھر کا پھرہ دیتے ہیں۔ میں اگر
 جاگا تو کون سا مکمل کیا۔

راتیں جائیں تے شیخ سڈاویں
 راتیں جان کتے تین تو اتے
 رکھا سکھا نکلا کھا کے
 دنیں جا رکھاں وج تے تین توں اتے
 در ماں دا مول نہ چھوڑن
 بھانویں مارے سو سو جتے تین تو اتے
 توں نا شکرا اتے پلگاں
 تے او شاکر روڑیاں اتے تین تو اتے

انھ بھیا تو یار منالے
 نہیں تے بازی لے گئے کتے تین تو اتے
 { تو رات کو جاگ کر شیخ کملاتا ہے کتے راتوں کو جانگتے ہیں جوھ سے
 اچھے، روکھا سوکھا کھا کر دن کو درختوں کے نیچے سوئے رہتے ہیں، جوھ سے
 اچھے ہیں۔ ماں چاہے سو جوتے مارے وہ اس کا در نہیں چھوڑتے۔ تم
 بستر دل پر بیٹھ کر نا شکری کرتے ہو جب کہ وہ روڑیوں پر بھی شکر کرتے

ہیں۔ بلہیا! اٹھو اور یار منا لے ورنہ کتے تجھ سے بازی لے جائیں گے} ایک اور شاعر نے اسی مضمون کو دوسرا سے الفاظ میں پیش کیا ہے۔

رات دا جاگن ایسہ نہ سمجھیں مل گئی ہے اولیائی

رات نوں کتے جاگ جاگ کے پھرہ دیندے بھائی

اوہ ہک نکڑے بد کے جاگن تو لکھ نعمت کھائی

کتے تیں توں لے گئے بازی منہ گریبان پا فقیرا

مٹ مٹ کے مٹ جا فقیر امٹ مٹ کے مٹ جا

{رات کے جانگنے سے یہ نہ سمجھ لینا کہ تجھے ولایت مل گئی۔ بھائی رات کو

کتے جاگ جاگ کر پھرہ دیتے ہیں۔ وہ ایک نکڑے کے بد لے جائے ہیں

اور تو نے ہزار نعمت پائی ہے۔ کتے تجھ سے بازی لے گئے، اے فقیر! گریبان

میں منہ ڈال، مٹ مٹ کے مٹ جا فقیر امٹ مٹ کے مٹ جا}

④۔ عشق تو محظوظ کی طرف سے دئے گئے غم کو خوشی سے بھی بہتر جانتے ہیں

۔ ترا غم بھی مجھ کو عزیز ہے

کہ وہ تیری دی ہوئی چیز ہے

جتنا محظوظ کی طرف سے عتاب ہوتا ہے اتنا ہی ان کا جنون عشق بڑھتا ہے۔

۔ نشوو نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت

سر دوستاں سلامت کہ تو خخبر آزمائی

{دشمن کو یہ شرف نصیب نہ ہو کہ تیری تکوار سے ہلاک ہو۔ دوستوں کے

سر سلامت رہیں تاکہ تو خبر آزمائے}

بعض اوقات تو حالت جذب میں ہل من مزید کے نظرے لگاتا ہے۔

ہوا جو بتیر نظر نیم کش تو کیا حاصل

مزہ تو جب ہے کہ سینے کے آر پار چلے

(25) - یہ بھی حقیقت ہے کہ جب محبوب کی نظر عنایت ہوتی ہے تو پھر بہار کا سماں ہوتا ہے۔ ایسے میں تو ہر شخص اپنے ہوش گم کر دیتے۔

مستوں پر انگلیاں نہ اٹھاؤ بہار میں

دیکھو تو ہوش بھی ہے کسی ہوشیار میں

(26) - عاشق کو محبوب کی باتیں کرنا اتنا اچھا لگتا ہے کہ اس کا دل چاہتا ہے۔

ہوتی رہے شا تیرے حسن و جمال کی

اگر اسے کوئی ایجاد دست مل جائے جو سوزول سے آشنا ہوں بس پھر تو کیا کرنے۔ دونوں

کا وقت خوب گزرتا ہے۔

قیس جنگل میں اکیلا ہے مجھے جانے دو

خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو

(27) - جب محبوبے مذکورے سے عشق کے جنون کو ہوا ملتی ہے تو عاشق کا دل چاہتا

ہے کہ محبوب کی زیارت کرے۔ بقول چحل سر مست

گھنڈ کھول دیدار دکھا

میں آیا کھو دیکھن نوں

{نقاب کھول کر دیدار کراؤ میں چہرہ دیکھنے آیا ہوں}

ایسے میں محبوب کے کوچہ سے آنے والی ہوا بھروسیم سحری سے کم نہیں ہوتی۔

جان فرا تھی کس قدر یارب ہوائے کوئے دوست

بس گئی جس سے مشام آرزو میں بوئے دوست

(28) - عاشق اپنے جذبات پر قابو پانے کی کوشش کرتا ہے اسی کشمکش میں زندگی گزر جاتی ہے
- ہے شوق و ضبط شوق میں دن رات کشمکش
دل مجھ کو میں ہوں دل کو پریشان کئے ہوئے

عشق کے حالات

حضرت ابراہیم کا نمول واقعہ :

ایک مرتبہ حضرت ابراہیم اپنی بکریوں کا ریوڑ چراہے تھے کہ ایک آدمی قریب سے گزرا، گزرتے ہوئے اس نے اللہ تعالیٰ کی شان میں یہ الفاظ فرالبدع آواز سے کہے۔
سبحان ذی الملک والملکوت سبحان ذی العزة والعظمة
والهیبة والقدرة والکبریاء والجبروت
(پاک ہے وہ زمین کی بادشاہی اور آسمان کی بادشاہی والا۔ پاک ہے وہ عزت بزرگی ہیبت اور قدرت والا اور بڑائی والا اور دید بے والا)

حضرت ابراہیم نے جب اپنے محبوب حقیقی کی تعریف اتنے پیارے الفاظ میں سن تو دل مچل اٹھا۔ فرمایا کہ اے بھائی! یہ الفاظ فرالبدع ایک مرتبہ اور کہہ دینا۔ اس نے کہا کہ مجھے اس کے بد لے میں کیا دیں گے۔ آپ نے فرمایا آدھار یوڑ۔ اس نے یہ الفاظ دوبارہ کہہ دیئے۔ آپ کو اتنا مزا آیا کہ بے قرار ہو کر فرمایا کہ اے بھائی! یہ الفاظ ایک مرتبہ پھر کہہ دیجئے۔ اس نے کہا اب مجھے اس کے بد لے کیا دیں گے۔ فرمایا بقیہ آدھار یوڑ۔ اس نے یہ الفاظ سہ بارہ کہہ دئے۔ آپ کو اتنا سرو مرلا کہ بے ساختہ کہا کہ اے بھائی! یہ الفاظ ایک مرتبہ اور کہہ دیجئے۔ اس نے کہا اب تو آپ کے پاس دیئے کے لئے کچھ نہیں اب آپ

کیا دیں گے۔ آپ نے فرمایا اے بھائی! میں تیری بجرا یاں چرایا کروں گا تم ایک مرتبہ میرے محبوب کی تعریف اور کرو۔ اس نے کہا، حضرت ابراہیم خلیل اللہ! آپ کو مبارک ہو میں تو فرشتہ ہوں مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے کہ جاؤ اور میرے خلیل کے سامنے میرا نام لو اور دیکھو کہ وہ میرے نام کے کیا ذام لگاتا ہے۔ سبحان اللہ

۔ اک دم بھی محبت چھپ نہ سکی
جب تیرا کسی نے نام لیا

املتے تیل میں کباب بننا:

ایک مرتبہ دو تابعین کی جہاد میں دشمن کے ہاتھوں گرفتار ہوئے۔ فوجوں نے انہیں اپنے بادشاہ کے سامنے پیش کیا۔ بادشاہ عیسائی مذہب سے تعلق رکھتا تھا جب اس نے ان دونوں حضرات کے چروں کو دیکھا تو ان پر جوانمردی اور شجاعت کے نمایاں اثرات دیکھے۔ اس کا جی چاہا کہ ان دونوں کو قتل کرنے کیجائے میں ان کو اپنے دین پر آمادہ کرلوں تو یہ میری فوج کے پہ سالارین سکتے ہیں۔ چنانچہ اس نے دونوں حضرات کو سبز باغ دکھائے کہ اگر تم ہمارے دین کو قبول کرلو تو تمہیں زندگی کی ہر آسائش اور سولت مہیا کر دی جائے گی۔ جس خوبصورت لڑکی سے چاہیں گے شادی کر دی جائے گی۔ مزید بر آں فوج میں اعلیٰ عمدہ پر تعینات کر دیا جائیگا۔ ان حضرات نے کہا کہ یہ فانی دنیا کی چیزیں کوئی وقت نہیں رکھتیں۔ ہم اپنے دین سے ہرگز ہرگز نہیں پھریں گے۔ بادشاہ نے جب دیکھا کہ اس طرح تodal گلتی نظر نہیں آتی تو اس نے ڈراؤد ہم کا ڈکا حربہ آزمایا اور کہا کہ اگر تم نے میری بات نہ مانی تو تمہیں املتے تیل میں ڈال کر بھون دیا جائے گا۔ ان حضرات نے فرمایا "فاقض ما انت قاض" (تو کر جو کر سکتا ہے) اس نے حکم دیا کہ ایک لوہے کے بڑے کڑاہ میں تیل کو گرم کیا جائے۔ تھوڑی دیر میں آگ ہمرا کا کر

تیل کو خوب ابال دیا گیا۔ بادشاہ نے دونوں سے آخری مرتبہ پوچھا کہ تم اپنادین بدلو تو تمہیں آزاد کر دیا جائے گا اگر نہیں تو پھر اس تیل میں جل کر کتاب بنان پڑے گا۔ انہوں نے واضح الفاظ میں انکار کیا تو بادشاہ کے اشارے پر ان دونوں میں سے ایک کو اٹھا کر ابلنے تیل میں ڈال دیا گیا۔ بس چشم زدن میں چند خارات اٹھے اور وہ کتاب بن گئے۔ بادشاہ نے دوسرے تابی کی طرف دیکھا تو ان کی آنکھوں سے آنسو گر رہے تھے۔

بادشاہ سمجھا کہ یہ خوفزدہ ہو گیا ہے اب شاید اپنادین بدلو۔ چنانچہ اس نے بڑے ہمدردانہ لمحے میں کماکہ تمہارے ساتھی نے میری بات نہیں مانی تو دیکھو اس کا انجام کیا ہوا۔ اب تم اگر میری بات مان لو تو تمہیں تیل میں نہیں ڈانا جائے گا۔ وہ تابی فرمانے لگے اور بدخت کیا تو سمجھتا ہے کہ میں موت سے گھبر ارہا ہوں، ہرگز ہرگز ایسا نہیں۔ بادشاہ نے پوچھا کہ پھر تم روئے کیوں۔ تابی نے جواب دیا کہ مجھے یہ خیال آیا تھا کہ میری ایک جان ہے تم مجھے تیل میں ڈال دو گے تو یہ ختم ہو جائے گی۔ اے کاش کر میرے بدن پر جتنے بال ہیں میری اتنی جانیں ہو تیل تو مجھے اتنی بار تیل میں ڈلو۔ اتنا اور میں اتنی جانوں کا نذر انہ اپنے اللہ کے سپرد کر دیتا۔

۔ رہ یار ہم نے قدم قدم تمہیں داستان بنا دیا
جور کے تو کوہ گراں تھے ہم جو چلے تو جاں سے گذر گئے

ایک بوڑھا عاشق :

ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کیسی تشریف لے جا رہے تھے کہ راستے میں ایک بوڑھے کو دیکھا جو شنائی میں بیٹھا اللہ تعالیٰ سے محو گفتگو تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ الفاظ سنئے ”اے اللہ! میں نے سنا ہے کہ تیری بیوی نہیں، پچھے نہیں۔ اے اللہ! اگر تو میرے پاس آجائے تو میں خوب خدمت کروں گا، کھانا پیش کروں گا، کپڑے

دھو کر دوں گا، تجھے دہی کھلاوں گا، مکھن کھلاوں گا، ہائے تو یہ سار ہوتا ہو گا تو دو اکون کرتا ہو گا؟ حضرت موسیٰ نے اس بوڑھے کو سمجھایا کہ اس طرح کے الفاظ کہنا تو بے ادبی اور گستاخی ہے اور اللہ تعالیٰ کی شان کے خلاف ہے۔ وہ بوڑھا خوف زدہ ہو گیا اور رورو کر معافی مانگنے لگا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کی طرف وحی نازل فرمائی اے میرے پیارے پیغمبر! میں نے آپ کو جوڑنے کے لئے بھیجا تھا تو ڈزنے کے لئے تو نہیں بھیجا تھا۔

— تو برائے وصل کردن آمدی
نے برائے فصل کردن آمدی
﴿وَمَلَأْنَكَ لَئِنْ آتَيْتَهُ نَهَىٰ كَهْ تَوَجَّدَ أَكْرَنَكَ لَئِنْ آتَيْتَهُ﴾

حضرت شہزادی کے واقعات :

عباسی دور خلافت میں اسلامی حکومت کی وسعتیں لاکھوں مربع میل کے علاقے تک پھیل چکی تھیں۔ مختلف علاقوں کے گورنر زاپنے اپنے وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے حکومتی نظم و نسق چلا رہے تھے۔ اکثر اطراف و جوانب سے عدل و انصاف کی خبریں مل رہی تھیں تاہم چند علاقوں کے حالات مزید بہتر بنانے کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی خلیفہ وقت نے سوچا کہ تمام گورنر حضرات کو مرکز میں طلب کیا جائے اور اچھی کار کردگی دکھانے والوں کو انعام و اکرام سے نوازا جائے تاکہ دوسروں کو بھی اصلاح احوال کی ترغیب ہو۔ چنانچہ فرمان شاہی چند دنوں میں ہر علاقے میں پہنچ گیا کہ فلاں دن سب گورنر حضرات مرکز میں اکٹھے ہوں بالآخر وہ دن آن پہنچا جس کے لئے گورنر حضرات ہزاروں میل کا سفر طے کر کے آئے تھے۔ خلیفہ وقت نے ایک خصوصی نشست میں سب کو جمع کیا بعض اچھی کار کردگی دکھانے والوں کو خصوصی لطف و کرم سے نوازا اور بقیہ سب حضرات کو نصیحتیں کیں۔ محفل کے اختتام پر خلیفہ نے سب

حضرات کو اپنی طرف سے خلعت عطا کی اور اگلے دن خصوصی دعوت کا اہتمام کیا اس کھانوں اور لذیذ پھلوں کی ضیافت سے لطف اندوڑ ہوئے۔ کھانے کے بعد تبادلہ خیالات اور گزارش احوال واقعی کی محفل گرم ہوئی سب لوگ انتہائی خوش تھے۔ خلیفہ وقت کی خوشی بھی اس کے چہرے سے عیاں تھی۔ عین اسی وقت ایک گورنر کو چھینک آرہی تھی وہ اسے اپنی قوت سے ہمارا تھا۔ تھوڑی دیر کشکش کے بعد گورنر کو دو تین چھینکیں اکٹھی آئیں تھوڑی دیر کے لئے محفل کا ماحول تبدیل ہوا۔ سب لوگوں نے اس کی طرف دیکھا چھینک آنا ایک طبعی امر ہے مگر جس گورنر کو چھینک آئی وہ سبکی محسوس کر رہا تھا۔ کیونکہ اس کی ناک سے کچھ مواد نکل آیا تھا۔ جب سب لوگ خلیفہ کی طرف متوجہ ہوئے تو اس گورنر نے موقع غنیمت جانتے ہوئے اپنی خلعت کے ایک کونے سے ناک کو صاف کر لیا۔ اللہ تعالیٰ کی شان کہ صین لمحے خلیفہ وقت اس گورنر کی طرف دیکھ رہا تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ اس کی عطا کردہ خلعت کے ساتھ ناک سے نکلے ہوئے مواد کو صاف کیا گیا ہے تو اس کے غصے کی انتہاء نہ رہی خلیفہ نے گورنر کو سخت سرزنش کی کہ تم نے خلعت شاہی کی بے قدری کی اور سب لوگوں کے سامنے اس سے خلعت واپس لے لی اور اسے دربار سے باہر نکلا دیا۔ مجلس کی خوشیاں خاک میں مل گئیں اور سب گورنر حضرات پر پیشان ہو گئے کہ کہیں ان کا حشر بھی اس جیسا نہ ہو۔ وزیر بامدبر نے حالات کی زراحت کا خیال کرتے ہوئے خلیفہ وقت سے کہا کہ آپ محفل برخاست کر دیں چنانچہ محفل ختم ہونے کا اعلان کر دیا گیا۔ سب گورنر حضرات اپنی رہائش گاہوں کی طرف لوٹ گئے دربار میں خلیفہ اور وزیر باتی رہ گئے۔ تھوڑی دیر دونوں حضرات خاموش رہے اور اس ناپسندیدہ ولقتے پر متاسف تھے۔

تھوڑی دیر بعد دربان نے آکر اطلاع دی کہ نہادند کے علاقے کا گورنر شرف

باریاں چاہتا ہے خلیفہ نے اندر آنے کی اجازت دی گورنر نے اندر آکر سلام کیا اور پوچھا کہ چھینک آنا اختیاری امر ہے یا غیر اختیاری امر ہے؟ خلیفہ نے سوال کی نزاکت کو بھانپ لیا اور کہا کہ تمہیں ایسا پوچھنے کی کیا ضرورت ہے؟ جاؤ اپنا کام کرو۔ گورنر نے دوسرے سوال پوچھا کہ جس آدمی نے خلعت سے ناک صاف کی اس کی سزا یہی لازمی تھی کہ بھرے دربار میں ذلیل کر دیا جائے یا اس سے کم سزا بھی دی جاسکتی تھی؟ یہ سوال سن کر خلیفہ نے کہا کہ تمہارے سوال سے محابے کی بوآتی ہے تمہیں تنبیہ کرتا ہوں کہ ایسی بالادست کرو ورنہ پچھتاوے گے۔ گورنر نے کہا بادشاہ سلامت! مجھے ایک بات سمجھو میں آئی ہے کہ آپ نے ایک شخص کو خلعت پہنائی اور اس نے خلعت کی ناقدری کی تو آپ نے سر دربار اس کو ذلیل و رسوایا، مجھے خیال آیا کہ رب کریم نے بھی مجھے انسانیت کی خلعت پہنا کر دنیا میں بھجا ہے اگر میں نے اس خلعت کی قدر نہ کی تو اللہ تعالیٰ مجھے بھی رور محشر اسی طرح ذلیل و رسوایا کر دیں گے۔ یہ کہہ کر اس نے اپنی خلعت اتار کر تخت پر چھینکی اور کہا کہ مجھے چاہیے کہ میں پہلے خلعت انسانیت کی قدر کروں تاکہ محشر کی ذلت سے رج سکوں۔ گورنر یہ کہہ کر اور گورنری کو لات مار کر دربار سے باہر نکل گیا۔ باہر نکل کر سوچا کہ کیا کروں تو دل میں خیال آیا کہ جنید بغدادیؒ کی خدمت میں جا کر باطنی نعمت کو حاصل کرنا چاہئے۔

کئی دن کی مسافت طے کر کے حضرت جنید بغدادیؒ کی خدمت میں پہنچے تو کہا کہ حضرت! آپ کے پاس باطنی نعمت ہے آپ یہ نعمت عطا کریں چاہے اس کو مفت دے دیں یا چاہیں تو قیمت طلب کریں۔ حضرت نے فرمایا کہ قیمت مانگیں تو تم نہیں دے سکو گے اور اگر مفت دے دیں تو تمہیں اس کی قدر نہیں ہو گی۔ گورنر نے کہا پھر آپ جو فرمائیں میں وہی کرنے کے لئے تیار ہوں۔ حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا کہ یہاں کچھ

عرصہ رہوجب دل کے آئینے کو صاف پائیں گے تو یہ نعمت القا کر دیں گے۔ کئی ماہ کے بعد حضرت نے پوچھا کہ تم کیا کرتے ہو عرض کیا فلاں علاقے کا گورنر ہوں، فرمایا اچھا جاؤ بگدا شہر میں گندھک کی دکان بناؤ گورنر صاحب نے شہر میں گندھک کی دکان بنائی۔ ایک تو گندھک کی بدبو اور دوسرا خرید نے والے عامۃ الناس کی عحث و تکرار سے گورنر صاحب کی طبیعت بہت بیز ار ہوتی، چاروں ناچار ایک سال گزر ا تو حضرت کی خدمت میں عرض کیا حضرت ایک سال کی مدت پوری ہو گئی ہے۔ حضرت جنید بگدا دی نے فرمایا اچھا تم دن گنتے رہے ہو جاؤ ایک سال دکان اور چلاو۔ اب تو دماغ ایسا صاف ہوا کہ دکان کرتے کرتے سال سے زیادہ عرصہ گزر گیا مگر وقت کا حساب نہ رکھا ایک دن حضرت نے فرمایا گورنر صاحب آپ کا دوسرا سال مکمل ہو گیا، عرض کیا پتہ نہیں۔ حضرت نے کشکول ہاتھ میں دے کر فرمایا جاؤ اور بگدا شہر میں بھیک مانگو۔ گورنر صاحب حیران رہ گئے۔ حضرت نے فرمایا اگر نعمت کے طلبگار ہو تو حکم کی تعییل کرو ورنہ جس راستے سے آئے ہو ادھر سے واپس چلے جاؤ۔ گورنر صاحب نے فوراً کشکول ہاتھ میں پکڑا اور بگدا شہر میں چلے گئے چند لوگوں کو ایک جگہ جمع دیکھا اور ہاتھ آگے بڑھا دیا کہ اللہ کے نام پر کچھ دے دو انہوں نے چہرہ دیکھا تو فقیر کا چہرہ لگتا ہی نہیں تھا۔ لہذا انہوں نے کماکام چور سن کر غصے کا گھونٹ پیا اور قبر درویش بر جان درویش والا معاملہ کیا۔ محیب بات تو یہ تھی کہ پورا سال دریوزہ گری کرتے رہے کسی نے کچھ نہ دیا ہر ایک نے جھٹکیاں دیں۔ یہ باطنی اصلاح کا طریقہ تھا۔ حضرت جنید بگدا دی گورنر صاحب کے دل سے عجب اور تکبر نکالنا چاہتے تھے۔ چنانچہ ایک سال مخلوق کے سامنے ہاتھ پھیلا کر گورنر صاحب کے دل میں یہ بات اتر گئی کہ میری کوئی وقعت نہیں اور مانگنا ہو تو مخلوق کے جائے خالق سے

ماں گنا چاہئے پورا سال اسی کام میں گزر گیا۔

ایک دن حضرت جنید بغدادیؒ نے بلا کر کہا کہ گورنر صاحب آپ کا نام کیا ہے؟ عرض کیا، شبلی۔ فرمایا اچھا اب آپ ہماری محل میں بیٹھا کریں۔ گویا تین سال کے مجاہدے کے بعد اپنی مجلس میں بیٹھنے کی اجازت دی مگر شبلیؒ کے دل کا برتن پہلے ہی صاف ہو چکا تھا اب حضرت کی ایک ایک بات سے سینے میں نور بھرتا گیا اور آنکھیں بھیرت سے مالا مال ہوتی گئیں چند ماہ کے اندر اندر احوال و کیفیات میں ایسی تبدیلی آئی کہ دل محبت الہی سے لبریز ہو گیا۔ بالآخر حضرت جنید بغدادیؒ نے ایک دن بلا یا اور فرمایا کہ شبلیؒ آپ نہادنڈ کے علاقے کے گورنر ہے ہیں آپ نے کسی سے زیادتی کی ہو گی کسی کا حق دبایا ہوا گا، آپ ایک فرست مرتب کریں کہ کس کا حق آپ نے پامال کیا ہے۔ آپ نے فرست ہنا شروع کی حضرت کی توجہات تھیں چنانچہ تین دن میں کئی صفحات پر مشتمل طویل فرست تیار ہو گئی۔ حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا کہ باطن کی نسبت اس وقت تک نصیب نہیں ہو سکتی جب تک کہ معاملات میں صفائی نہ ہو۔ جاؤ ان لوگوں سے حق معاف کرو ا کے آؤ چنانچہ آپ نہادنڈ تشریف لے گئے اور ایک ایک آدمی سے معافی مانگی۔ بعض نے تو جلدی معاف کر دیا بعض نے کہا کہ تم نے ہمیں بہت ذلیل کیا تھا ہم اس وقت تک معاف نہیں کریں گے جب تک تم اتنی دیر دھوپ میں کھڑے نہ رہو، بعض نے کہا کہ ہم اس وقت تک معاف نہیں کریں گے جب تک ہمارے مکان کی تعمیر میں مزدور بن کر کام نہ کرو۔ آپ ہر آدمی کی خواہش کے مطابق اس کی شرط پوری کرتے ان سے حق ٹھیک ہتھیار رہے حتیٰ کہ دو سال کے بعد واپس بغداد پہنچے۔ اب آپ کو خانقاہ میں آئے ہوئے پانچ سال کا عرصہ گزر گیا تھا مجاہدے اور ریاضت کی چکلی میں پس پس کر نفس مر چکا تھا۔ ”میں“ نکل گئی تھی۔ باطن میں تو ہی تو کے نعرے تھے پس

رحمت الہی نے جوش مارا اور ایک دن حضرت جعیند بندادی[ؒ] نے انہیں باطنی نسبت سے مالا مال کر دیا، پس پھر کیا تھا آنکھ کا دیکھنا بدل گیا پاؤں کا چلنابدل گیا دل و دماغ کی سوچ بدل گئی غفلت کے تار پود بکھر گئے۔ معرفت الہی سے سینہ پر نور ہو کر خزینہ بن گیا اور آپ عارف بالشہر بن گئے۔ عشق الہی سے دل لبریز ہو گیا۔ آپ کی زندگی کے چند اہم واقعات درج ذیل ہیں۔

① - ایک مرتبہ آپ تھائی میں بیٹھے ذکر الہی میں مشغول تھے کہ ایک سائل نے آکر کہا کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے واصل کر دیجئے۔ آپ نے فرمایا، اللہ سے؟ آپ کی زبان سے اللہ کا لفظ اتنی محبت سے نکلا کہ نوجوان کے دل کو چیر کر رکھ دیا اور اس نے وہیں گر کر جان دے دی۔ آپ پر قتل کا مقدمہ درج کر دیا گیا، گرفتار ہو گئے۔ قاضی کی عدالت میں پہنچے تو قاضی نے پوچھا شبلیؒ تم نے ایک نوجوان کو قتل کیا ہے۔ فرمایا ہرگز نہیں، اس نوجوان نے کہا تھا کہ مجھے اللہ سے واصل کر دیجئے میں نے فقط کہا "اللہ سے" اور وہ اس لفظ کی تاب نہ لاسکا۔ جب قاضی صاحب نے آپ کی زبان سے اللہ کا لفظ سناتا تو اس نے اپنے دل پر عجیب تاثیر محسوس کی۔ پس اس نے مقدمے سے باعزت بری کر دیا۔

② - آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ جو شخص آپ کے سامنے اللہ تعالیٰ کا نام لیتا آپ اس کے منہ میں شیرینی ڈالتے۔ ایک شخص نے وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ جو شخص میرے محبوب کا نام لے میں اس منہ کو شیرینی سے نہ بھر دوں تو اور کیا کروں۔ سبحان اللہ۔

③ - ایک دن لوگوں نے دیکھا کہ حضرت شبلیؒ ہاتھ میں تکوار لئے غصے میں بھرے ہوئے ایک جگہ کھڑے ہیں۔ پوچھا کہ شبلیؒ کیا بات ہے فرمایا کہ جو شخص میرے سامنے اللہ کا نام لے گا میں اسے قتل کر دوں گا۔ پوچھا کہ کیوں؟ فرمایا مجھے اب معلوم ہوا ہے کہ لوگ میرے محبوب کا نام غفلت سے لیتے ہیں اور میرے نزدیک محبوب حقیقی کا نام

غفلت سے لینا کفر ہے۔

④ - ایک دن آپ کیسیں جارہے تھے کہ چے آپ کے پیچے لگ گئے اور آپ کو مجنوں سمجھ کر تگ کرنے لگے۔ آپ ان کی طرف توجہ دیئے بغیر چلے جارہے تھے۔ ایک لڑکے نے کنکراٹھا کر آپ کی طرف پھینکا جو آپ کی پنڈلی پر لگا حتیٰ کہ خون نکلنے لگا۔ ایک شخص نے یہ منظر دیکھا تو پھر کوڈاں ڈپٹ کر بھگا دیا اور آپ کے قریب ہوا کہ زخم کو صاف کر دے مگر یہ دیکھ کر حیران ہوا کہ آپ کے جسم سے خون کا جو قطرہ زمین پر گرتا تھا اس سے اللہ کا لفظ من جاتا تھا سبحان اللہ۔ اس جسم میں محبت الہی کتنی کوت کوت کھڑی ہو گی کہ جس سے خون کا قطرہ زمین پر گرتے ہی اللہ کا لفظ من جاتا تھا۔

⑤ - ایک مرتبہ عید کے دن آپ نے سیاہ کپڑے پہن رکھے تھے لوگوں نے پوچھا کہ یہ کیوں؟ فرمایا کہ لوگ اپنے پروردگار سے غافل ہیں اور ان کے دل گناہوں کی کثرت کی وجہ سے اسی طرح سیاہ ہو چکے ہیں جس طرح میرے کپڑے سیاہ ہیں۔

⑥ - ایک مرتبہ آپ وضو کر کے نماز پڑھنے کے لئے مسجد جارہے تھے کہ آپ کے دل میں الہام ہوا۔ ”شبلی! تو ایسا گستاخانہ وضو کرنے ہمارے گھر کی طرف جا رہا ہے“ آپ اسی وقت واپس مڑے کہ دوبارہ وضو کروں، الہام ہوا کہ ”شبلی ہمارا در چھوڑ کر کدھر جائے گا“ آپ نے وجد میں آکر زور سے کہا اللہ۔ الہام ہوا ”شبلی! تو ہمیں اپنا جوش دکھاتا ہے“ آپ خاموش ہو گئے، الہام ہوا کہ ”شبلی! تو ہمیں اپنا صبر دکھاتا ہے“ آپ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور روشن شروع کر دیا۔ در حقیقت اللہ تعالیٰ آپ کو عاجزی کرتے ہوئے دیکھنا چاہتے تھے۔

⑦ - ایک مرتبہ آپ کے دل میں الہام ہوا کہ ”شبلی! تو چاہتا ہے کہ میں تیرے عیب لوگوں کے سامنے ظاہر کر دوں تاکہ تمہیں کوئی منہ لگانے والا نہ رہے“ آپ بھی نازکی

کیفیت میں تھے، عرض کیا اے اللہ! کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں آپ کی رحمت کھول کر لوگوں پر ظاہر کر دوں تو آپ کو دنیا میں کوئی سجدہ کرنے والا نہ رہے۔ فوراً المام ہوا ”شلی تو میری بات کرنا نہ میں تیری بات کروں گا“

ان واقعات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جن لوگوں نے ریاضت کی بخشی میں اپنے نفس کو ڈال کر کندن ہالیا ہوان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ سے کتنی محبت ہوتی ہے۔

ایک معصومانہ سوال:

ایک مرتبہ سیدنا حسینؑ نے اپنے چین میں حضرت علیؑ سے سوال کیا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہے۔ فرمایا ہاں۔ پوچھا کہ میرے نانا جی سے محبت ہے؟ فرمایا ہاں۔ پوچھا کہ میری ابی سے محبت ہے؟ فرمایا ہاں۔ پوچھا کہ مجھ سے محبت ہے؟ فرمایا ہاں۔ سیدنا حسینؑ نے بڑی معصومیت سے کہا ابو! آپ کا دل تو گودام ہوا۔ دل میں تو ایک کی محبت ہونی چاہئے آپ نے اتنی محبتیں جمع کر رکھی ہیں۔ حضرت علیؑ نے سمجھایا کہ بیٹھے تمہارا سوال بہت اچھا ہے مگر تمہارے نانا جی، تمہاری والدہ اور تم سے اس لئے محبت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی محبت کرنے کا حکم دیا ہے پس یہ سب محبتیں در حقیقت محبت الہی کی ہی شاخیں ہیں۔ یہ سن کر سیدنا حضرت حسینؑ مسکرائے کہ اب بات سمجھ میں آگئی ہے۔

سمنون محبت کا حال:

حضرت سمنون محبت بڑے خوبصورت نوجوان تھے عشق الہی میں ہر وقت سرشار رہتے تھے۔ ایک مرتبہ لوگوں نے وعظ و نصیحت کی درخواست کی، آپ نے محبت الہی کی اہمیت پر بیان کرنا شروع کر دیا۔ اتنے میں ایک چڑیا آکر آپ کے کندھے پر بیٹھ گئی پھر تھوڑی دیر بعد آپ کی گود میں بیٹھ گئی۔ آپ محبت الہی کی باقیں کرتے رہے تو وہ چڑیا

پھر کتی رہی حتیٰ کہ اس نے گود ہی میں جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ لوگوں نے آپ کا نام سمنون محبت رکھ دیا۔

دو سال تک نام یاد نہ ہوا:

حضرت مولانا اصغر حسین کاندھلویٰ کے نانا شیخ احمد حسنؒ بڑے باخدا لوگوں میں سے تھے۔ جب دارالعلوم دیوبند کا سنگ بنیاد رکھنے کا وقت آیا تو حضرت نانو تویؒ نے اعلان کیا کہ دارالعلوم کا سنگ بنیاد میں ایسی ہستی سے رکھواؤ گا جس نے ساری زندگی کبیرہ گناہ تو کیا کرنا گناہ کرنے کا ارادہ بھی نہیں کیا۔ لوگ یہ سن کر حیران ہو گئے۔ پھر حضرت نانو تویؒ نے شیخ احمد حسنؒ سے درخواست کی کہ وہ دارالعلوم کا سنگ بنیاد رکھیں۔ حضرت شیخ احمد حسنؒ کثرت ذکر کی وجہ سے اکثر اوقات عالم جذب میں ہوتے تھے۔ آپ کے ایک داماد کا نام تھا اللہ کا بندہ۔ وہ آپ کی خدمت میں دو سال تک رہا اور آپ کو اس کا نام یاد نہ ہوا۔ جب کبھی وہ سامنے سے گزرتا تو آپ پوچھتے ارے میاں! تم کون ہو؟ وہ عرض کرتا کہ اللہ کا بندہ ہوں، آپ فرماتے کہ ارے میاں! بسکھی اللہ کے بندے ہیں تم کون ہو؟ وہ عرض کرتا کہ حضرت! میں آپ کا داماد اللہ کا بندہ ہوں۔ فرماتے اچھا اچھا۔ دو سال تک یہی سوال و جواب ہوتے رہے مگر اللہ تعالیٰ کا نام دل پر اتنا چھاپ کا تھا کہ اب کسی کا نام یاد نہ ہوتا تھا۔

جگر مراد آبادی کی سچی توبہ :

استاد جگر مراد آبادی اپنے وقت کے مشہور و معروف شاعر گزرے ہیں۔ ابتداء میں ہے نوش ہی نہیں بلا نوش تھے۔ اپنے تخیلات کی دنیا میں مست رہتے تھے۔ اشعار کی بدش ایسی ہوتی تھی کہ گویا مضامین کے ستارے آسمان سے توڑ کر لائے ہیں۔ ایک مرتبہ عبد الرحمٰن نشرت سے ملنے ان کے دفتر گئے تو چڑا سی نے معمولی لباس دیکھ کر انہیں

دفتر میں داخل ہونے سے منع کر دیا۔ استاد جگر نے انہیں سمجھانے کی کوشش کی کہ میرا گورنر صاحب سے دوستانہ تعلق ہے۔ مگر چپڑا سی ماننے کے لئے تیار نہ ہوا۔ چنانچہ استاد جگر نے ایک چھوٹی سی پرچی پر لکھا۔

نشرت کو ملنے آیا ہوں میرا جگر تو دیکھی اور چپڑا سی سے کہا کہ یہ صاحب کو صرف دکھادو۔ جب عبد الرحمٰن نے پرچی دیکھی تو سمجھ گئے کہ نشرت اور جگر کو اتنے پیارے طریقے سے ایک مصرع میں جمع کرنا عام ہندے کا کام نہیں، ہونہ ہو یہ استاد جگر ہوں گے۔ چنانچہ وہ ملنے کے لئے خود دفتر سے باہر تشریف لائے۔ چپڑا سی ہکا بکارہ گیا۔

ایک مرتبہ استاد جگر کی ملاقات ایک مشاعرے میں حضرت خواجہ مجذوب الحسنؒ سے ہوئی۔ حضرت مجذوب کا کلام سن کر جگر صاحب بہت متاثر ہوئے کہ انگریزی تعلیم، اونچا عمدہ مگر دل میں محبت اللہ کوٹ کوٹ کر ہھری ہوئی ہے۔ حضرت مجذوبؒ سے پوچھا کہ جناب آپ کی ژر کیسے مس ہوئی (مسٹر کی ژر مس ہو گئی)۔ حضرت مجذوبؒ نے فرمایا کہ حضرت اقدس تھانویؒ کی نظر کیمیا اثر کی وجہ سے۔ استاد جگر نے کہا کہ اچھا۔ حضرت مجذوبؒ نے فرمایا کہ آپ اگر ملتا چاہیں تو میں ملاقات کا بد و بست کر دیتا ہوں۔ استاد جگر نے کہا کہ میں ملنے کے لئے چلوں گا تو سی مگروہاں جا کر بھی پیوں گا۔ حضرت مجذوبؒ نے حضرت اقدس تھانویؒ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ خانقاہ تو ایک عوامی جگہ ہے وہاں میں نوشی کی اجازت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا بلکہ میں جگر صاحب کو اپنے ذاتی مکان میں مہمان کی حیثیت سے ٹھہراؤں گا وہاں پر تنائی میں وہ جو چاہیں کریں۔ حضرت مجذوبؒ استاد جگر کو ایک دن لے گئے، ولی کامل کی تھوڑی دیر کی صحبت نے دل کی دنیا بدل دی استاد جگر نے حضرت تھانویؒ سے تین دعائیں کروائیں۔ پہلی دعا یہ کہ

میں شراب نوشی ترک کر دوں، دوسرا گی دعا یہ کہ میں سنت رسول ﷺ کو چہرے پر سجا لوں، تیسرا یہ کہ میں حجج کر لوں۔ جب واپس آئے تو شراب نوشی ترک کر دی اور سنت رسول اللہ ﷺ چہرے پر سجائی۔ لوگ ان کی زندگی میں اتنی بڑی تبدیلی آجانے پر حیران ہوتے اور ملنے کے لئے آتے۔ استاد جگرنے اپنے بارے میں خود ہی ایک شعر بنا دیا۔

- چلو دیکھ آئیں تماشا جگر کا

سنا ہے کہ وہ کافر مسلمان ہوا ہے

شراب نوشی یکدم ترک کر دینے سے استاد جگر کی طبیعت کافی خراب ہو گئی۔ استاد جگر کو ڈاکٹروں نے کہا کہ آپ آہستہ آہستہ یہ عادت چھوڑتے تو اچھا تھا۔ انہوں نے کہا کہ جب چھوڑنے کی نیت کر لی تو یکدم چھوڑنا اچھا ہے اب اگر موت بھی آگئی تو انشاء اللہ توبہ قبول ہو جائے گی۔ آخرت اچھی ہو جائے گی۔ استاد جگر پر محبت الہی کا غلبہ ہونا شروع ہو گیا۔ یہ مشائخ کے ساتھ قلبی رالبے کی تاثیر تھی حتیٰ کہ یہ محبت کا اثر ان کے کلام سے بھی ظاہر ہونے لگا۔ بعض اشعار توبہ کے غصب کے ہیں۔ مثلاً

- میرا کمال عشق میں اتنا ہے اے جگر

وہ مجھ پر چھا گئے میں زمانے پر چھا گیا

- یہ موج و دریا یہ ریگ و صحراء یہ غنچہ و گل یہ ماہ و انجمن

ذرا جو وہ مسکرا دیئے ہیں یہ سب کے سب مسکرا رہے ہیں

شب بھر کا مرافقہ :

حضرت مولانا حسین علی والا پھر والے حضرت خواجہ سراج الدینؒ کے خلیفہ مجاز تھے۔ ان کی خانقاہ میں یہ معمول ہوتا تھا کہ عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر حضرت

ساری رات جماعت کو مراقبہ کرتے۔ جماعت کے لوگوں کو اجازت تھی کہ جو تھک جائے وہ اٹھ کر چلا جائے۔ چنانچہ جب لوگ تھک جاتے تو ایک ایک کر کے جاتے رہتے حتیٰ کہ جب آدمی رات گزر چکی ہوتی تو آپ مراقبہ سے سراہاتے دیکھتے کہ سامنے تو کوئی دوسرا نہیں ہے تو آپ اٹھ کر تجد کی نیت باندھ لیتے۔ پوری رات یادِ الٰہی میں بسر ہو جاتی۔

جی ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کہ راتِ دن
بیٹھے رہیں تصور جاناں کئے ہوئے

تیراہا تھہ ہاتھ میں آگیا:

ایک بزرگ کیس جا رہے تھے کہ راستے میں ان کی ملاقات ایک آتش پرست سے ہوئی۔ آتش پرست آگ جلا کر اس کی پوچا کرتا تھا۔ وہ بزرگ سمجھاتے کہ یہ مخلوق ہے خالق نہیں ہے مگر آتش پرست مانے کے لئے تیار ہوتا۔ ایک دن وہ بزرگ جلال میں آگئے اور فرمایا کہ ہم ایسے کرتے ہیں کہ ایک جگہ پر بہت زیادہ آگ جلا کر ہم اپنے ہاتھ اس میں ڈالتے ہیں جو سچا ہو گا آگ اسے نقصان نہیں پہنچائے گی۔ جب کہ جھوٹے کا ہاتھ جل جائے گا۔ وہ آتش پرست اس بات پر آمادہ ہو گیا۔ اس بزرگ نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑا اور آگ میں ڈال دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد معلوم ہوا کہ آگ نے کسی کا ہاتھ بھی نہیں جلایا وہ بزرگ بڑے پریشان ہوئے کہ اس کا فرکا ہاتھ تو ضرور جلانا چاہئے تھا۔ اتنے میں الہام ہوا کہ اے میرے پیارے ہم اس کے ہاتھ کو کیسے جلاتے جب کہ اس کے ہاتھ کو آپ نے اپنے ہاتھ میں پکڑا ہوا تھا۔

ایک عیسائی دو خوشخبریاں:

ایک مرتبہ ایک مسلمان اور ایک عیسائی رفیق سفر نہیں۔ چونکہ دونوں نے ایک ہی

منزل پر جانا تھا لہذا سوچا کہ اکٹھار ہنے سے سفر اچھا گز رے گا۔ ابھی منزل پر پہنچنے میں دو دن باقی تھے کہ دونوں کا زاد را ختم ہو گیا آپس میں سوچ چار کرنے بیٹھے۔ مسلمان نے تجویزدی کہ ایک دن آپ دعا کریں کہ کھانا ملے دوسرے دن میں دعا کروں گا کہ کھانا ملے۔ عیسائی نے کہا کہ پہلے آپ دعا کریں۔ چنانچہ مسلمان نے ایک طرف ہو کر اپنے پروردگار سے دعا مانگی تو تھوڑی دیر میں ایک آدمی گرم گرم کھانے کا خوان لے کر آگیا۔ مسلمان بہت خوش ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے عزت رکھ لی۔ کھانا کھا کر دونوں اطمینان کی نیند سو گئے۔ دوسرے دن عیسائی کی باری تھی وہ بظاہر بڑا مطمئن نظر آرہا تھا۔ اس نے ایک طرف ہو کر دعا مانگی تو تھوڑی دیر میں ایک آدمی گرم گرم کھانوں سے بھرے دو خوان لے کر آگیا۔ عیسائی کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ مگر مسلمان اپنے دل میں بہت پریشان ہوا، اس کا جی ہی نہیں چاہتا تھا کہ کھانا کھائے۔ عیسائی نے دیکھا تو کہنے لگا کہ آپ کھانا کھائیں تو میں آپ کو دو خوشخبریں سناؤں گا۔ جب کھانے سے فارغ ہو گئے تو مسلمان نے پوچھا کہ بتائیں کیا خوشخبری ہے۔ عیسائی نے کہا کہ پہلی خوشخبری تو یہ ہے کہ میں کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوتا ہوں اور دوسری خوشخبری یہ ہے کہ میں نے یہ دعا مانگی تھی کہ اے اللہ اگر اس مسلمان کا آپ کے ہاں کوئی مقام ہے تو آپ کھانا عطا فرمادیں۔ لہذا آج اللہ تعالیٰ نے دو خوان آپ کے اکرام کی وجہ سے عطا فرمائے۔

عاشق صادق کی اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑی قدر و منزلت ہوتی ہے۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ نبی ﷺ بعض اوقات مهاجرین صحابہؓ کے وسیلہ سے دعا مانگتے تھے۔ جب نبیؓ اکرم ﷺ نے پردہ فرمایا تو بارش نہ ہونے کی صورت میں صحابہ کرامؓ حضرت عباسؓ سے دعا کرواتے تھے۔ ان کی وفات کے بعد سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا کرواتے تھے۔

کون تجھے باہر نہیں آنے دیتا :

ایک آدمی نے مجھلی خریدی اور ایک مزدور سے کہا کہ گھر پہنچا دو تو اتنی مزدوری مل جائے گی۔ مزدور نے کہا بہت اچھاتا ہم اگر راستے میں نماز کا وقت ہو گیا تو میں پہلے نماز پڑھوں گا پھر مجھلی پہنچاؤں گا۔ اس آدمی نے رضامندی کا اظہار کیا۔ جب چلے تو کافی دور جا کر اذان ہوئی۔ مزدور نے کہا کہ حسب وعدہ میں تو نماز پڑھوں گا، آدمی نے کہا بہت اچھا میں مجھلی کے پاس کھڑا ہوتا ہوں تم جلدی سے نماز پڑھ کر آ جاؤ۔ مزدور مسجد میں داخل ہوا اور نماز پڑھنے میں مشغول ہو گیا۔ جب دوسرے لوگ نماز پڑھ کر باہر نکل آئے تو یہ مزدور نماز پڑھ رہا تھا۔ اس آدمی نے دیکھا کہ بہت دیر لگ گئی تو آواز دینے لگا اے میاں! اتنی دیر ہو گئی تمہیں کون باہر آنے نہیں دیتا؟ اس مزدور نے جواب دیا کہ جناب! جو آپ کو اندر آنے نہیں دیتا وہی مجھے باہر آنے نہیں دیتا۔ سبحان اللہ عشق و محبت والوں کا عجیب حال ہوتا ہے وہ نماز میں یوں محسوس کرتے ہیں جیسے اپنے محبوب حقیقی سے راز و نیاز کی باتیں کر رہے ہوں۔

ایک باندی کی عجیب و غریب دعا :

ایک شخص بازار جا رہا تھا کہ اس نے دیکھا ایک باندی کا مالک اسے بیچ رہا ہے مگر خریدار کوئی نہیں۔ وہ باندی دیکھنے میں بہت دلمی پتلی نظر آرہی تھی۔ اس شخص نے اس باندی کو معمولی داموں میں خرید لیا۔ جب رات کو آنکھ کھلی تو اس نے دیکھا کہ وہ باندی تجد کی نماز پڑھ کر دعا کر رہی ہے کہ اے اللہ! آپ کو مجھ سے محبت رکھنے کی قسم۔ اس شخص نے ٹوکا کا کہ یوں نہ کہو بلکہ یہ کو اے اللہ مجھے تجھ سے محبت رکھنے کی قسم یہ سن کرو وہ باندی بچڑا گئی اور کہنے لگی میرے آقا! اگر اللہ تعالیٰ کو مجھ سے محبت نہ ہوتی تو مجھے ساری رات مصلی پرنہ بٹھا تا اور آپ کو یوں میٹھی نیند نہ سلاتا۔ یہ کہہ کر اس باندی نے رو رو کر

دعا کی کہ اے اللہ! اب تک میرا معاملہ پوشیدہ تھا اب مخلوق کو پتہ چل گیا ہے، تو مجھے اپنے پاس بلائے چنانچہ وہیں مصلحت پر بیٹھے بیٹھے اس کی روح پر واز کر گئی۔

حضرت مولانا محمد علی جوہر کے اشعار:

حضرت مولانا محمد علی جوہر کی والدہ ماجدہ حضرت خواجہ مظفر جان جاتاں سے بیعت و ارادت کا تعلق رکھتی تھیں، شیخ کی توجہ نے ان کے دل میں اسلام کی محبت کوٹ کوٹ کر بھر دی تھی۔ جب انگریزوں سے آزادی حاصل کرنے کا وقت آیا تو انہوں نے اپنے بیٹے سے کہا۔

بولی اماں محمد علی کی جان پیٹا خلافت پہ دے دو

چنانچہ حضرت مولانا محمد علی جوہر نے تحریک خلافت میں زور و شور سے حصہ لیا۔ انگریز حکام نے انہیں پیغام بھجا کہ تم اس کام سے باز آ جاؤ ورنہ تمہیں سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ حضرت مولانا محمد علی جوہر نے اس کے جواب میں چند اشعار لکھے۔

تم یوں ہی سمجھنا کہ فنا میرے لئے ہے

پر غیب میں سامان بٹا میرے لئے ہے

یوں ابر سیاہ پر تو فدا ہیں بھی مے کش

پر آج کی گھنگھور گھٹا میرے لئے ہے

پیغام ملا تھا جو حسین امن علی کو

خوش ہوں کہ وہ پیغام قضا میرے لئے ہے

اللہ کے رستے میں جو ہے موت مسیحہ

اکسیر یہی ایک دوا میرے لئے ہے

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے

یہ بدہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے

ایک مرتبہ آپ نے یہ ارادہ کیا کہ میں انگلینڈ جا کر مسلمانوں کی آزادی کے بارے میں قلمی جماد کروں اخبار میں لکھ کر اپنا مافی الصمیر بیان کروں۔ چنانچہ آپ اس نیت سے انگلینڈ چلے گئے کہ جب تک مسلمانوں کو آزادی نہ ملے گی میں واپس نہیں جاؤں گا۔ کافی عرصہ انگلینڈ میں رہ کر قربانی دی اس دوران آپ کی بیشی یمار ہو گئی۔ اطباء نے کما کہ وہ لا علاج مرض میں گرفتار ہے لہذا اچنڈوں کی صہماں ہے۔ ماں نے جوان بیشی سے پوچھا کہ آپ کی زندگی کی آخری خواہش کیا ہے۔ بیشی نے کہا کہ جی چاہتا ہے کہ آخری وقت میں لبا حضور کی زیارت سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کروں۔ ماں نے کہا کہ بیشی! اپنے والد کو خط لکھو۔ بیشی نے خط لکھا۔ حضرت مولانا محمد علی جو ہر^ر نے جب وہ خط پڑھاتو اس کی پشت پر چند شعر لکھ کر واپس بھیج دیا۔

میں تو مجبور سی اللہ تو مجبور نہیں
 تجھ سے میں دور سی وہ تو مگر دور نہیں
 تیری صحت ہمیں منظور ہے لیکن ان کو
 نہیں منظور تو پھر ہم کو بھی منظور نہیں
حضرت علیؑ اور سیدہ فاطمہؓ کا عمل :

ایک مرتبہ حسین کریمین[ؒ] بہت یمار ہوئے طبیعت سنبل نہیں رہی تھی خاتون جنتؔ نے دونوں شنزادوں[ؒ] کی صحیاتی کے لئے منت مانی کہ یا اللہ دونوں چوں کو صحت مل گئی تو ہم میاں بیوی تین دن لگاتار نفلی روزہ رکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت خاصہ سے دونوں شرزادوں[ؒ] کو صحت عطا کر دی۔ چنانچہ سیدنا علیؑ اور سیدہ فاطمہؓ نے روزہ رکھنا شروع کیا جب افطار کا وقت ہوا تو دونوں کے پاس کھانے کے لئے فقط ایک روٹی تھی، اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی پوچھا کون ہے؟ تو جواب ملا کہ میں مسکین ہوں

بھوکا ہوں، اس در پر آیا ہوں کہ کچھ مل جائے۔ میاں بیوی نے سوچا کہ ہم بغیر کھائے گزار اکر لیں گے مگر ہمیں سائل کو خالی ہاتھ نہیں بھینجا چاہئے۔ چنانچہ روٹی اٹھا کر سائل کو دے دی اور خود بغیر کھائے فقط پانی سے روزہ افطار کر لیا، صبح سحری بھی فقط پانی پی کر ہوئی۔ دوسرے دن حضرت علیؓ نے کچھ کام کیا مگر اجرت اتنی ملی کہ پھر دونوں کے لئے فقط ایک روٹی۔ جب افطاری کا وقت قریب آیا تو پھر دروازے پر دستک ہوئی پتہ چلا کہ ایک یتیم سائل بن کر آیا ہے اور کچھ کھانے کے لئے مانگ رہا ہے۔ میاں بیوی نے سوچا کہ ہم آج پھر کھائے بغیر گزار اکر لیں گے۔ مگر یتیم کو انکار کرنا ٹھیک نہیں۔ چنانچہ روٹی یتیم کو دے دی اور خود پانی سے روزہ افطار کر لیا سحری کے وقت بھی فقط پانی تھا۔ تیسرا دن حضرت علیؓ کچھ لے کر آئے مگر وہ بھی فقط اتنا تھا کہ میاں بیوی مسئلہ افطار کر سکتے تھے۔ لیکن اس دن ایک اسیر نے دستک دی اور سوال کیا۔ گوکہ تین دن متواتر بھوکار ہنے سے سید علیؓ اور سیدہ فاطمہؓ کی اپنی حالت دگر گوں تھی، نقاہت بہت زیادہ تھی۔ بھوک کی شدت نے مضطرب کر دیا تھا مگر اللہ کے نام پر سوال کرنے والے کو خالی بھیج دینا ان کے نزدیک مناسب نہیں تھا۔ لہذا تیسرا دن بھی روٹی اٹھا کر سائل کو دے دی اور اپنے اوپر تنگی برداشت کر لی مگر محبت الہی سے دل ایسا لبریز تھا کہ اللہ تعالیٰ کے نام پر جان دینا بھی آسان تھا یہ تو پھر روٹی کی بات تھی۔ عشقان کی زندگیوں کا ایک نمایاں پہلو یہی ہوتا ہے کہ وہ اپناب سب کچھ اللہ تعالیٰ کی خاطر قربان کرنے کے لئے تیار ہوتے ہیں۔

یہ بازی عشق کی بازی ہے جو چاہو لگا دو ڈر کیسا
گر جیت گئے تو کیا کہنے گر ہار گئے تو مات نہیں



باب 4

عشق و مغل کا موازن

خطبات فقیر سے اقتباس درج ذیل ہے

”حدیث پاک میں آیا ہے کہ عالم ارواح میں جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو پیدا فرمایا تو ان کی پشت پر اپنا (دیاں ہاتھ) دست قدرت مارا تو ان کے جسم سے اولاد نکل پڑی۔ ان لے جسم بالکل انسانوں جیسے تھے مگر بہت چھوٹے تھے، مگر چہرے نورانی تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنادست قدرت (دیاں ہاتھ) مارا تو مزید اولاد نکلی مگر چہرے سیاہ تھے۔ حضرت آدم نے ان کو دیکھا تو پوچھا کہ اے پروردگار یہ کون چیں؟ فرمایا یہ تیری اولاد ہے، جب اولاد کا لفظ سناتو حضرت آدم دوبارہ متوجہ ہوئے، پہلی نگاہ اجنبیت کی تھی اور دوسری نگاہ اپناست کی تھی۔ جب دوبارہ نظر ڈالی تو کچھ چہروں کو نورانی پایا اور کچھ کو سیاہ۔ چونکہ باپ کی تمنا ہوتی ہے کہ سب اولاد بامکال ہو اس لئے حضرت آدم نے عرض کیا کہ لو لا سبوت یا ربی (اے پروردگار تو نے سب کو ایک جیسا کیوں نہ ہما دیا) اللہ رب العزت نے فرمایا کہ نورانی چہرے والے فریق فی الجنة ہیں اور سیاہ چہرے والے فریق فی السعیر ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم کو مخاطب کر کے فرمایا المست بربکم (کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں) سب نے جواب دیا قالوا بلی (کہ کیوں نہیں آپ ہی تو ہیں) یہ بحکلائی فرماتے وقت اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم پر بغیر پردوں کے تجلی فرمائی، کلمہ عیانا (بے پردہ تجلی فرمائی) اس بحکلائی کے موقع پر انسانیت

کو دو ٹھنے عطا کئے گئے۔ ایک تو اللہ تعالیٰ نے اپنا جمال دکھا کر سوز عشق عطا کیا اور دوسرا سوال کر کے کیف علم عطا کیا۔ پھر سوز عشق کے لئے دھڑکتا ہوا اول اور کیف علم کے لئے پھڑکتا ہوا دماغ دیا۔ پس دل کی غذا عشق ہے اور دماغ کی غذا علم ہے۔ یہ دونوں عظیم الشان نعمتیں ہے۔ فقط عشق ہو تو بدنات سکھاتا ہے پھر علم اس میں توازن پیدا کرتا ہے۔ فقط علم ہو تو تکبیر سکھاتا ہے پھر عشق اس میں تواضع پیدا کرتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ عشق اور علم میں چولی دامن کا ساتھ ہے انسان کے پاس دونوں نعمتوں کا ہونا ضروری ہے اگر کسی ایک سے محروم ہو تو افراط و تفریط کا شکار ہو جائے گا۔ رہی بات عشق اور عقل کی تو یہ فسانہ بہت پرانا ہے شعراء اور ادیب حضرات نے ان کا تقابل کیا اور خوب کیا علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

نالہ ہے بلل شوریدہ ترا خام ابھی

اپنے سینے میں ذرا اور اسے تحام ابھی

پختہ ہوتی ہے اگر مصلحت اندیش ہو عقل

عشق ہو مصلحت اندیش تو ہے خام ابھی

عشق فرمودہ قاصد سے سبک گام عمل

عقل سمجھتی ہی نہیں معنی پیغام ابھی

بے خطر کو د پڑا آتش نمرود میں عشق

عقل ہے محظی تماشائے لب بام ابھی

عشق کی صفت محبوب کے اشارے پر سب کچھ لٹادیتا اور مقصود کو حاصل کرنے

کے لئے تن من و هن کی بازی لگادیتا جب کہ عقل منفعت پر نظر رکھتی ہے ہر معاملے

میں نقصان سے ج کر نفع کو تلاش کرتی ہے۔ عقل کی حد ہوتی ہے مگر عشق کی کوئی حد

نہیں ہوتی۔ عقل کہتی ہے کہ محبوب کی طرف کوئی راستہ نہیں جاتا عشق کرتا ہے میں در
محبوب کے بوسے بھی لے کر آیا ہوں۔ فرزانہ اس شخص کو کہتے ہیں جو عقل کے بل بوتے
پر قدم اٹھا رہا ہوا اور دیوانہ اس شخص کو کہتے ہیں جو عشق کے ہاتھوں مجبور ہو کر منزل پر
پہنچنے کے لئے بے تاب ہو حضرت شارفؓ فرماتے ہیں۔

لوٹ آئے جتنے فرزانے گئے
تا ہ منزل صرف دیوانے گئے
عقل کی صفت جستجو ہے اور عشق کی صفت حضور و اضطراب ہے۔
لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب
گنبد آبجینہ رنگ تیرے وجود میں حباب
شوکت سخرا و سلیم تیرے جلال کی نمود
نقر جنید و بازید تیرا جمال بے نقاب
شوق اگر تیرا نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حباب میرا سجد بھی حباب
تیری نگاہ ناز سے دونوں مراد پا گئے
عقل غیاب و جستجو عشق و حضور و اضطراب
عقل میں عیاری ہے پس اکثر ست روی کا ڈکار ہو جاتی ہے جب کہ عشق میں چستی
ہے مقصود کی طرف لپکتا ہے۔

عشق کی دیوانگی طے کر گئی کتنے مقام
عقل جس منزل پہ تھی اب تک اسی منزل پہ ہے
عقل بعض اوقات راستہ تو دکھادیتی ہے مگر اس میں منزل تک پہنچانے کی تاب

نہیں ہوتی پھر وہاں عشق ہی شوق کے پروں سے اڑاکر لے جاتا ہے۔

۔ گزر جا عقل سے آگے کہ یہ نور
چراغ راہ ہے منزل نہیں ہے

حدیث پاک ہے۔ اول ما خلق اللہ العقل (سب سے پہلے اللہ نے عقل کو پیدا کیا) اس کا کام حق اور باطل کی پہچان اور ہوش و حواس کو سلامت رکھنا ہے۔ جس انسان کے پاس عقل ہے اس کے پاس روشنی ہے جس سے راستہ دیکھ سکتا ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ نبی علیہ السلام نے ایک مرتبہ قبر میں منکر نکیر کی سوال و جواب کی سختی کا تذکرہ کیا تو حضرت عمرؓ نے پوچھایا رسول اللہ ﷺ کیا قبر میں عقل سلامت رہے گی۔ فرمایا ہاں، عرض کیا پھر پرواہ نہیں۔

حدیث پاک میں ہے من لا عقل له لا دین له (جس کے پاس عقل نہیں اس کا دین ہی نہیں) اس سے عقل سلیم مراد ہے۔

گویا عقلاً نہ انسان کا دین سلامت رہتا ہے، انسان ناپ تول کر سکتا ہے، اچھے بارے کی تمیز کر سکتا ہے۔ ایک حدیث پاک میں عقل کے متعلق آیا ہے افْلَحَ مَنْ رَزِقْ لَهُ (جس کو عقل نصیب ہوئی وہ فلاح پا گیا) روز محشر جب جہنمی لوگوں سے فرشتے پوچھیں گے کہ کیا دنیا میں تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا تو وہ جواب دیں گے۔ ما کنَا فِي أَصْحَابِ السَّعْيِ (اگر ہم سنتے اور عقل رکھتے تو اہل جہنم سے نہ ہوتے) قرآن مجید میں جہاں قدرت کی نشانیوں کا ذکر ہے وہاں فرمایا گیا ان فی ذلک لا یات لقوم يعقلون۔

مندرجہ بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ نفع نقصان کی سوچ اور شک اور یقین یہ سب عقل کی صفات ہیں، دین پر عمل کرنے کے لئے اس کا صحیح ہونا ضروری ہے اسی لئے

عقل سلیم کو بڑی نعمت کہا گیا ہے۔ تاہم فقط عقل کا ہونا کافی نہیں۔ گو علم کے لئے عقل کا ہونا کافی ہے مگر عمل کے لئے عشق کا ہونا لازمی اور ضروری ہے۔ عقل سوچ بچار میں گلی رہتی ہے، عشق پر اعمال کا دار و مدار ہوتا ہے۔

عقل کو افکار سے فرصت نہیں

عشق پر اعمال کی بنیاد رکھ

عقل کے پاؤں سے چل کر راستے کو طے کرنا مشکل ہے۔ وصول الی اللہ کے کئی مقامات ایسے ہیں جہاں عقل کے پاؤں لگ ہو جاتے ہیں۔ البتہ عشق و شوق کے گھوڑے پر سوار ہو کر سر پٹ دوڑنا آسان ہوتا ہے۔ جن کاموں کو انسان نا ممکن سمجھتا ہے عشق ان کو ممکن ہادیتا ہے۔

عشق کی اک جست نے طے کر دیا قصہ تمام

اس زمین و آسمان کو چکران سمجھا تھا میں



باب 5

عشق حقیقی اور عشق مجازی

عشق حقیقی سے مراد اللہ تعالیٰ کا عشق اور عشق مجازی سے مراد نفسانی خواہشات کی وجہ سے مخلوق سے عشق ہے گویا عشق حقیقی، عشق رب کائنات ہے اور عشق مجازی عشق مخلوقات ہے۔ عشق حقیقی کو اصطلاحاً عشق مولیٰ بھی کہتے ہیں اور عشق مجازی کو عشق لیلی بھی کہتے ہیں۔ عشق مولیٰ میں احوال دل کی باتیں ہوتی ہیں عشق مجازی میں آب و گل کی باتیں ہوتی ہیں۔ دل میں عشق حقیقی رکھنے والے کو عاشق صادق کہتے ہیں جب کہ دل میں عشق مجازی رکھنے والوں کو عاشق نامرا درکتے ہیں اس کے بارے میں مزید تفصیل درج ذیل ہے۔

عشق مجازی

① - عشق مجازی میں کسی مردیاً عورت کے سر اپاکی دلکشی کو حسن کہتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ حسن کی سحر طرازیاں جوانی کے جنوں کو ہوادیتی ہیں۔ حسن کی سادگی حسن کو چار چاند لگادیتی ہے اور دنیا میں حسن سے بڑا کوئی سفارش نامہ نہیں جب حسن بولتا ہے تو بڑے بڑے دانشور گونگے ہو جاتے ہیں۔

— سامنے سے جب وہ شوخ دلباء آجائے
تحامتا ہوں دل کو پر ہاتھوں سے انکا جائے

② - جب کوئی صورت دل میں بس جائے تو پھر انسان کی بس ہو جاتی ہے شیطان اس صورت کو اس طرح مزین کر کے پیش کرتا ہے کہ تکرار نظر میں جاذبیت زیادہ ہو جاتی ہے۔

یزیدک وجہہ حسنا

اذا ما زدته نظرا

{تیرے لئے اس کے حسن میں اضافہ کرتا ہے۔ جتنا تو اس کی طرف زیادہ نظر کرتا ہے}

③ - حسن ظاہر کا سانپ جب ڈس لیتا ہے تو انسان روحاںی موت مرجاتا ہے آنکھیں ہوتی ہیں مگر محظوظ کے عیوب کو بھی پسندیدہ نظر سے دیکھتی ہیں۔

ـ نہ شوخی چل سکی باد سبا کی

بگونے میں بھی زلف اس کی بنا کی

④ - حسن ظاہر ڈھلتی چھاؤں کی مانند ہوتا ہے اسی لئے جس محبت کا تعلق حسن ظاہر سے ہو وہ زیادہ دیر سک قائم نہیں رہ سکتی۔

ـ دولت حسن جوانی عارف ڈھلتی پھرتی چھاؤں ہے

ہم نے خود بھی یہ دیکھا تاریخ بھی یہ بتلاتی ہے

نفس انسانی لذات کا خوگر ہے وہ انجام سے بے خوف و خطر خواہشات کو پورا کرنے کے درپے رہتا ہے۔

ـ کان نے ہوش کو الجھایا ہے افسانوں میں

آنکھ نے دل کو پھسا رکھا ہے ارمانوں میں

⑤ - عاشق نامروک کو بعد کی (محوری) ہو تو پھر فقط نظر بازی تک اکتفا کرتا ہے اور دل کو

تلی دیتا ہے کہ

- شیوه عشق نہیں حسن کو رسول کرنا
دیکھنا بھی تو انہیں دور سے دیکھا کرنا

⑥ - اگر عاشق مجاز کو قرب کا موقعہ حاصل ہو تو اس کا نفس جسمانی ملاب کا متمنی ہوتا ہے۔ ظاہر میں بھی محبت کا نعرہ لگانے والا اپنے فریب کا اظہار یوں کرتا ہے۔

- نہ تو خدا ہے نہ مرا عشق فرشتوں جیسا
دونوں انسان ہیں تو کیوں اتنے جباوں میں ملیں

⑦ - یہ تو حقیقت ہے کہ عشق جب حسن کو ہوس پرستی اور خود غرضی کے بستر پر لے آتا ہے تو اس کی انسانیت کا جنازہ نکل جاتا ہے۔ بھی بات تو یہ ہے کہ کوئی چہرہ اتنا حسین نہیں ہوتا جتنا دور سے نظر آتا ہے، کوئی آواز اتنی دلکش نہیں جتنی دور سے محسوس ہوتی ہے، تو پھر کیا حسن کی حقیقت فاصلہ ہے؟ اگر یہ سچ ہے تو پھر حسن ظاہر سے دور رہنے میں ہی بھلائی ہے۔ یہ ایک عقلی دلیل ہے۔ ورنہ عشق مجازی میں بھی عاشق اتنا قرب چاہتا ہے کہ جسمانی وصل سے طبیعت سیر نہیں ہوتی۔ یہ جو فنا فی الحسن، فنا فی العشق لوگ ہیں ان سے پوچھیں دو جسموں کے قرب کے باوجود ابھی ایک نامعلوم سی تفہیقی باقی رہتی ہے اور پکارا اٹھتا ہے۔

- یہ محبت کا تقاضا ہے کہ احساس کی موت
تو ملا پر نہ تیرے ملنے کا ارمائ گیا
اسی تڑپ کو ایک پنجابی شاعر نے مانہنے میں یوں بیان کیا ہے۔

- جند سولی چڑھی رہندی قسم خدا دی چنان
سک ملیاں دی نہیں رہندی
﴿میری جان سولی پر لکھی رہتی ہے، خدا کی قسم اے میرے چاند تجھے مل

کر بھی پیاس نہیں بجھتی }
اور آخر اس معنی شدید تشنگی کے باعث عشق پکارا اٹھتا ہے۔

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تاں کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

{ میں تو ہو جاؤں ، تو میں ہو جائے ۔ میں بدن من جاؤں ، تو جان من
جائے ۔ تاکہ اس کے بعد کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ تو اور ہے اور میں اور
ہوں }

⑧ رب کائنات نے مرد اور عورت کی فطرت میں ایک دوسرے کی کشش رکھ دی
ہے مگر ان کے ملاپ کے لئے حدود و قیود کا تعین بھی کر دیا ہے ۔ اگر ان حدود کے اندر رہ
کر ملاپ ہو تو ثواب ہے اور اگر حد پھلانگ کر ملاپ ہو تو عذاب ہے ۔ نفس کا ترکیب
حاصل نہ ہو تو مرد کے دماغ میں ہر وقت عورت کا خیال ۔ بقول علامہ اقبال
ہند کے شاعر و صورت گرو افسانہ نویس

آہ بچاروں کے اعصاب پہ عورت ہے سوار
ای طرح عورت کے دل پر مرد کا قبضہ ۔ اگر چہ دنیا اس عورت کے حسن کی
تعریفیں کرتی پھرے مگر وہ خود کسی نہ کسی مرد کے حسن کی پرستار ہو جاتی ہے ۔
عورت اور مرد کے عشق کی بات چل پڑے تو کچھ لوگ لیلیٰ مجنوں کی محبت کی مثال
پیش کرتے ہیں ۔ بات یہ ہے کہ مجنوں کا اصل نام قیس تھا یہ سیدنا امام حسنؑ کے زمانے
میں ہوا ہے ۔ لیلیٰ کی محبت میں بہت مغلوب الحال تھا ۔ ایک مرتبہ سیدنا امام حسنؑ سے ملا
تو آپ نے فرمایا کہ قیس دیکھو میں نے حضرت امیر معاویہؓ کے ساتھ صلح کر لی ہے ،

حکومت میں نے ان لوگوں کے حوالے کر دی جن کو بھتی تھی۔ قیس تھوڑی دیر خاموش رہا، سیدنا امام حسنؑ نے پوچھا کیا سوچ رہے ہو؟ کہنے لگا سوچ یہ رہا ہوں کہ حکومت تو سلسلی کو بھتی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ انت مجنون۔ پس اس وقت سے اس کا نام مجنون پڑ گیا۔ ایک مرتبہ مجنون کے والد نے کماکہ تمہاری وجہ سے مجھے بہت ذلت اٹھانی پڑتی ہے، تمہارے عشق کے قھے زبان زد عام ہیں، چلو میں تمہیں حرم شریف لے چلتا ہوں وہاں جا کر پچی توبہ کرو۔ جب مجنون بیت اللہ شریف کے قریب حاضر ہوا تو غلاف کعبہ کپڑ کریا دعا مانگنے لگا۔

- الہی تبت من کل المعاصی
و لكن حب لیلی لا اتوب
﴿یا اللہ میں ہر گناہ سے توبہ کرتا ہوں۔ لیکن لیلی کی محبت سے توبہ نہیں
کرتا﴾

جب مجنون کے والد نے یہ شعر سناتا تو ناراض ہو کر اس کی طرف دیکھا مجنون نے دوسرا شعر بھی پڑھ دیا۔

- رب لا تسبنی حبها ابدا
و يرحم الله عبدا قال امينا
﴿اے میرے پروردگار مجھ سے اس کی محبت مت چھین، اللہ اس
ہدے پر رحم کرے جو میری دعا پر آمین کے﴾

ایک مرتبہ مجنون کو کسی نے دیکھا کہ ایک کتے کے پاؤں چوم رہا ہے۔ اس نے پوچھا کہ مجنون تم ایسا کیوں کر رہے ہو؟ مجنون نے کماکہ یہ کتابیلی کی گلی سے ہو کر آیا ہے میں اس لئے اس کے پاؤں چوم رہا ہوں۔ ایسے مغلوب الحال اور فاتر العقل انسان کو مجنون

پا گل نہ کہا جائے تو کیا کہا جائے۔

کسی فارسی شاعر نے کیسی بات شعر میں کہی ہے

پائے سگ بو سید مجنوں خلق گفتہ ایں چہ بود

گفت گا ہے ایں سگے در کوئے لیلی رفتہ بود

مجنوں لیلی کی گلی کا طواف کیا کرتا تھا اور یہ شعر پڑھا کرتا تھا۔

اطوف علی جدار دیار لیلی اقبل دالجدار و ذالجدار

وما حب الديار شغفن قلبي ولكن حب من سكن الديار

﴿میں لیلی کے گھر کی دیواروں کا طواف کرتا ہوں کبھی یہ دیوار چو متا

ہوں کبھی وہ دیوار چو متا ہوں۔ اور دراصل ان گھروں کی محبت میرے

دل پر نہیں چھائی بلکہ اس کی محبت جوان گھروں میں رہنے والا ہے﴾

ایک مرتبہ حاکم شر نے سوچا کہ لیلی کو دیکھنا چاہئے کہ مجنوں اور اس کی محبت کے

فائدے زبان زد عام ہیں۔ جب سپاہیوں نے لیلی کو پیش کیا تو حاکم حیران رہ گیا کہ ایک

عام سی لڑکی تھی نہ شکل نہ رنگ نہ روپ تھا۔ اس نے لیلی سے کہا:

از دگر خواب تو افزوں نیستی

گفت خامش چوں تو مجنوں نیستی

﴿تو دوسری حسیناوں سے زیادہ بہتر نہیں ہے۔ کہنے لگی خاموش رہ

چونکہ تو مجنوں نہیں ہے﴾

ای لئے عاشق نامرادیوں کتنے ہیں لیلی را بد چشم مجنوں باید دید (لیلی کو

مجنوں کی آنکھوں سے دیکھنا چاہئے)

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم تو مخلوق کے حسن کو دیکھ کر اللہ کی قدرت کا نظارہ کرتے ہیں۔

حسن خویش از روئے خوبی آسکارہ کردہ
پس بہ چشم عاشقال خود را تماشہ کردہ
{اپنا حسن تو نے حسینوں کے چہرے پر ظاہر کر دیا۔ عاشقوں کی آنکھ سے
تو اپنے آپ کو خود دیکھتا ہے}
عاشق نامرا در کو جرم عشق میں قتل کیا جائے تو اس کی تمنا ہوتی ہے کہ میرا محبوب یہ
نظردار دیکھے۔

یہ جرم عشق تو ام مے شد و غوغاء الیست
تو نیز بر سر بام آ کہ خوش تماشائیت
{تیرے عشق کے جرم میں مجھے قتل کر رہے ہیں اور شور ہے، تو بھی
چھت کے اوپر آجاء عجیب تماشا ہے}

۹- عاشق نامرا دیوں سمجھتا ہے کہ محبوب کو دیکھنے سے میری آنکھوں کو اتنی لذت ملتی
ہے کہ میرا دل حسد کرتا ہے اور محبوب کی باتیں سوچ کر میرے دل کو اتنا مزہ ملتا ہے کہ
میری آنکھیں حسد کرتی ہیں۔

القلب يحسد عيني لذت النظر
و العين تحسد قلبي لذت الفكر
{دل نظر کی لذت کی وجہ سے آنکھوں کے ساتھ حسد کرتا ہے۔ اور
آنکھیں فکر کی لذت کی وجہ سے دل کے ساتھ حسد کرتی ہیں}

۱۰- عاشق نامرا یہ سمجھتا ہے کہ محبوب کو دیکھنے سے میرے اندر نئی زندگی آجائی

۔

۔ ہر چند پیر و خستہ و مس ناقوال شدم
 مگن ہر نظر بہ روئے تو کرم جوال شدم
 {اگرچہ میں بوڑھا کمزور اور ضعیف ہو گیا ہوں، جس وقت میں نے
 تیری طرف نظر کی ہے تو جوال ہو گیا ہوں}

۱۱۔ عاشق نامرا و محبوب کی ہر حرکت و ادا کو اچھا سمجھتا ہے اور اسے اپنے دل کی چاہت
 کے مطالع پاتا ہے۔

۔ کچھ بھی محسوس ہوتا ہے وفور شوق میں
 ہر ادا نے دوست جیسے میرے دل کا راز ہے

حسن فانی کافر فریب:

جو لوگ کسی کی شکل و صورت پر فریب نہ ہوتے ہیں وہ حقیقت میں قابل رحم اور
 فریب خورد ہوتے ہیں۔

۔ حسن فانی کی سجاوٹ پر نہ جا
 یہ منقص سانپ ہے ڈس جائے گا
 ایک ہے جسمانی ضرورت کا پورا ہونا وہ نکاح کے ذریعے ممکن ہے۔ اس کی ایک حد
 ہے۔ دوسرا ہے خواہشات کا پورا کرنا تو اس کی کوئی حد نہیں پس خواہشات کی تنجیل
 ممکن ہی نہیں۔ اسی لئے دین اسلام میں نکاح کو عبادات ہمایا گیا ہے اور غیر محروم کی
 طرف دیکھنے کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ مقصد یہ تھا کہ ضرورت پوری کرو اور اسی پر اللہ
 تعالیٰ کا شکر ادا کرو اور قناعت کرو۔ حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ اگر تمہاری نظر کسی غیر
 محروم پر پڑے اور تمہیں اس کا حسن اپنی طرف مائل کرے تو تم اپنی اہلیہ سے صحبت کرو

اس لئے کہ جو کچھ اس غیر محرم کے پاس ہے وہی کچھ تمہاری بیوی کے پاس بھی ہے۔ کسی کا قول ہے کہ روشنی تجھا دوسرا عورت میں مر امیر ہو جائیں گی۔ رہی بات شکل و صورت اور نگ ڈھنگ کی تو اللہ تعالیٰ کی مخلوق بہت زیادہ ہے، ایک سے بڑھ کر ایک خوبصورت ہے۔ ہر ٹھپپہ دوسرے سے مختلف ہے انسان بھلاکتوں کو حاصل کر سکتا ہے۔ اگر نظر میلی ہو دل شہوت سے ہر پور ہو تو جسم انسانی اپنی خواہش پوری کرتے کرتے تحک جاتا ہے مگر ہو س ختم نہیں ہوتی شہوت ایک ایسی پیاس ہے جو کبھی بجھتی ہی نہیں۔ اس کے لئے خوف خدا سے زیادہ اکسیر دواؤ کوئی نہیں ہے۔

حضرت تھانویؒ سے ایک صاحب بیعت ہوئے جو اپنی خواہشات کے غلام تھے اور نفس کے سامنے عاجز آچکے تھے۔ انہوں نے خط میں لکھا کہ حضرت مجھ میں غیر محرم یا امر دپر نظر ڈالنے کی طاقت تو ہوتی ہے ہٹانے کی طاقت نہیں ہوتی۔ حضرت نے جواب میں لکھا کہ طاقت اس قوت کو کہتے ہیں جو اپنے اختیار سے استعمال کی جائے یا نہ کی جائے، اگر کوئی کام کرنے کی سخت تو ہو مگر نہ کرنے کی سخت نہ ہو تو اسے یہ ماری کہتے ہیں قوت نہیں کہہ سکتے۔ پس آپ میں غیر محرم کی طرف دیکھنے کی یہ ماری تھے لہذا اس یہ ماری کا علاج کرائیں۔ اس نے دوبارہ خط لکھا کہ حضرت اب تو پہلی نظر ہی ڈالتا ہوں کہ پہلی نظر معاف ہے۔ حضرت نے جواب میں لکھا کہ پہلی نظر بغیر ارادہ کے ہو تو معاف ہے ورنہ ارادہ تو پہلی نظر ڈالنے کی بھی اجازت نہیں۔ اس نے تیراخط لکھا کہ حضرت مخلوق اللہ تعالیٰ کی صفات کی آئینہ دار ہے پس میں حسینوں کو اللہ تعالیٰ کے جمال کا آئینہ سمجھ کر دیکھتا ہوں۔ حضرت نے جواب میں لکھا کہ ہاں حسینوں کے چرے شیشے تو ہیں مگر آتشی شیشے ہیں جو جلاتے ہیں، یاد رکھو کہ ان چروں کو دیکھنے کی وجہ سے جنم میں جانا پڑے گا۔ اس نے جو اپنی خط لکھا کہ میں نے بھی توبہ کر لی ہے۔

ایک صاحب اپنے پیر و مرشد کی خانقاہ میں اصلاح کے لئے قیام پذیر تھے اکثر اوقات لگر کی خدمت میں مشغول رہتے ایک عورت کبھی کبھی کوڑا کر کٹ کی صفائی کرنے آتی تو یہ اس کی طرف لچائی نظروں سے دیکھتے۔ عورت تقبیہ نقیہ اور پاک باز تھی، اس نے حضرت کی خدمت میں جا کر پوری صورت حال بیان کر دی کہ آپ کا فلاں مرید لچائی نظروں سے میری طرف دیکھتا رہتا ہے۔ حضرت متذکر ہوئے کہ اس مرید کی اصلاح کے لئے کوئی طریقہ اختیار کیا جائے۔ اسی دوران وہ عورت اسماں کے مرض میں گرفتار ہو گئی۔ حضرت کو علم ہوا تو آپ نے اس عورت سے کہا کہ کسی ایک بیت الحلاء کو استعمال کرو تاکہ نجاست و گندگی ایک ہی جگہ رہے۔ اس نے اس طرح کیا چند دن کے بعد اس عورت کی طبیعت تو ٹھیک ہو گئی مگر نقاہت اور کمزوری بہت زیادہ ہو گئی، بڑیوں کا ڈھانچہ بن گئی۔ پھر جب صفائی کے لئے لگر میں آئی اور ان صاحب نے دیکھا تو چہرہ دوسری طرف پھیر لیا۔ خادمہ نے یہ بات بھی حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کر دی۔ حضرت نے ان صاحب کو بلا یا اور بیت الحلاء کی طرف اشارہ کیا کہ جا کر دیکھئے وہاں آپ کا محبوب ہے۔ وہ شخص گیا جا کر دیکھا تو نجاست و گندگی کا ڈھیر نظر آیا وہ صاحب حیران تھے کہ حضرت یہ گندگی کا ڈھیر میرا محبوب کیسے ہوا؟ حضرت نے فرمایا کہ صفائی کرنے والی عورت پہلے تمہارے سامنے گزرتی تھی تو تم لچائی نظروں سے دیکھتے تھے۔ جب کثرت اسماں سے یہ بیمار ہوئی تو اس کے جسم سے یہی گندگی نکلی۔ بیماری کے بعد جب تم نے دیکھا تو منہ دوسری طرف پھیر لیا، معلوم ہوا کہ تمہارا محبوب یہی نجاست کا ڈھیر تھا جو اس سے جدا ہو گیا تھا۔ ان صاحب نے معافی مانگی اور پھر توبہ کر لی۔

عشقِ مجازی کا انجمام :

- جو دنیا کی صورت پر ہوتے ہیں شیدا
ہمیشہ وہ رنج و الہم دیکھتے ہیں

عشقِ مجازی کا انجمام محبت و محبوب میں جداگانے اور دنیا و آخرت کی ذلت و رسائی
ہے۔ جو شخص مخلوق سے محبت کرے گا ایک نہ ایک دن اس سے جدا ہو گایا جدا کر دیا
جائے گا۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت کرے گا ایک نہ ایک دن اللہ تعالیٰ سے ملا دیا
جائے گا۔

- عشق بامرده نباشد پائیدار

عشق را باحی و باقیوم دار

{مردے کے ساتھ عشق پائیدار نہیں ہوتا۔ عشق کو حی و قیوم کے ساتھ قائم رکھ
حدیث پاک میں ہے حب من هشت فانک مفارقة (تو جس سے چاہے محبت کر
پس تو اس سے جدا ہو جائے گا)۔

عشقِ مجازی سے یاس اور حسرت کے سوا کچھ نہیں ملتا۔

مرغ دل را گلتے بہتر ز کوئے یار نیست

طالب دیدار را ذوق گل و گلزار نیست

گفتم از عشق ہتاں اے دل چہ حاصل کردہ

گفت ما را حاصلے جز نالہ ہائے زار نیست

{دل کے پرندے کے لئے محبوب کے کوچے کے سوا کوئی گلشن بہتر

نہیں، دیدار کے طلب گار کو پھول اور باغ کا شوق کا شوق نہیں میں نے پوچھا

کہ اے دل! تو نے ہوں کے عشق سے کیا حاصل کیا ہے؟ اس نے

کہا مجھے نالہ و فریاد کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوا)
عاشق نامراو عشق بیان کے ذریعے لذت و راحت تلاش کرتا ہے یہ بھلاکیے ممکن
ہے؟

- عشق بیان میں اسعد کرتے ہو فکر راحت
دوزخ میں ڈھونڈتے ہو جنت کی خواب گاہیں
انسان ذرا انجمام پر غور کرے تو حقیقت کھل کر سامنے آجائی ہے آج جو سہ پارہ اور
مہ جبیں ہے کل وہ مردہ زیر زمین ہے۔ ذرا شکستہ قبروں پر غور کرو کہ کیسے کیسے حسینوں
کی مٹی خراب ہو رہی ہے۔

شب کو جا نکلا تھا اک دن مزار یار پر
اس وجہ سے مثل ابر آنکھیں مری خونبار ہیں
قبر پر الحمد پڑھ کر دوست سے میں نے کہا
ہم گریباں چاک ماتم میں تیرے اے یار ہیں
شاد ہے کچھ تو بھی زیر خاک اے نازک بدن
شع روشن ہے گلوں کے قبر پر انبار ہیں
کیا ہوا مرنے کے بعد اے راہی ملک عدم
لوگ کہتے ہیں وہاں کے اور کیا اطوار ہیں
منزليں نزدیک ہیں یا دور ہیں کیا حال ہے
راہ کچھ بمعیاں ہیں شر ہیں بازار ہیں
جس محل میں جا کے تو اتراء ہے اے رنگیں ادا
کس طرح کا قصر ہے کیسے درودیوں ہیں
چھت منقش کار ہے یا سادی یا رنگیں ہے

تخت ہیں کیسے مطلا یا مرصع کار ہیں
 پھول ہیں کس رنگ کے پتے ہیں کس انداز کے
 مرغ زریں بال ہیں یا غبریں منقار ہیں
 بات کرنے کی صدا آتی ہے یا آتی نہیں
 کس طرح کے لوگ ہیں سوتے ہیں یا یہدار ہیں
 قبر سے آئی صدا اے دوست بس خاموش رہ
 ہم اکیلے ہیں یہاں احباب نہ اغیار ہیں
 وہ ہمارا پیکر نازک جو تجھ کو یاد ہو
 آج خاک قبر اس کے منوں کے بار ہیں
 اب زیادہ بات کر سکتے نہیں تو گھر کو جا
 دل میں آرزو نہ ہونا کیا کریں ناچار ہیں
 موت کے وقت انسان کے سامنے زندگی کی حقیقت کھل جاتی ہے، سب خرستیاں
 ختم اور سب نشے ہرن ہو جاتے ہیں یہ ہے عشق مجازی کی عبر تناک انجام۔ جس نے
 زندگی کو کامیابی سے ہمکنار کرنا ہوا سے چاہئے کہ عشق مجازی سے کنارہ کشی کرے۔
 بعض حضرات نے حسن فانی سے رخ موز کر حسن حیقی کی طرف قدم بڑھایا۔ دو
 واقعات درج ذیل ہیں

① حضرت عبد اللہ بن مبارک ”اپنی جوانی میں زن جیل پر فریفہ تھے۔ ایک رات اس
 نے کہا کہ میرے گھر کے باہر انتظار کرنا میں ملاقات کے لئے آؤں گی۔ آپ سردی کی
 لمبی رات میں جا گئے رہے، ٹھہر تے رہے اور انتظار کرتے رہے، وہ عورت وعدہ کے
 مطابق ملنے نہ آئی۔ جب صبح کی اذان ہوئی تو آپ کے دل پر چوٹ پڑی۔ آپ نے سوچا
 کہ ایک حسینہ کی خاطر ساری رات جا گتا رہا اور مجھے حسرت و افسوس کے سوا کچھ نہ ملا۔

کاش کہ میں اللہ تعالیٰ کی یاد میں ساری رات جاگتا تو مجھے رحمت میں سے ضرور حصہ نصیب ہوتا۔ پس آپ نے پچی توبہ کی علم حاصل کر کے ترکیہ نفس اور تغفیر قلب کے مراحل سے گزرے اور بالآخر امیر المؤمنین فی الحدیث نے۔

② ایک صاحب شنزادی کی محبت میں گرفتار ہوئے، خود بھی حسین و جمیل تھے اور بادشاہ کے محل میں کام کرتے تھے۔ کسی نہ کسی ذریعے سے اس نے شنزادی تک اپنا پیغام پہنچا دیا، شنزادی نے بھی اس کے حسن و جمال کے تذکرے سن رکھے تھے، وہ بھی دل دے پڑھی۔ دونوں کی واسطے سے ایک دوسرے کو پیغام بھیجتے رہے مگر محل میں ملاقات کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ بالآخر شنزادی کو ایک تجویز سو جھی اس نے اپنے عاشق نامزاد کو پیغام بھجا کہ بادشاہ سلامت کو نیک لوگوں سے بڑی عقیدت ہے اگر آپ فوکری چھوڑ کر شر سے باہر ایک ڈیرہ لگائیں اور کچھ عرصہ نیکی و عبادت میں مشغول رہیں حتیٰ کہ آپ کی شرست ہو جائے تو پھر میں آپ سے ملنے آ جایا کروں گی۔ کوئی کسی قسم کی رکاوٹ نہ ہو گی۔ عاشق نامزاد نے محل کی نوکری کو خیر باد کہا اور شر کے باہر ایک جگہ ڈیرہ لگایا، وضع قطع سنت کے مطابق اختیار کر لی، دون رات ڈکرو فکر میں مشغول ہو گیا۔ کچھ عرصے کے بعد لوگوں میں اس کی نیکی کا خوب چرچا ہوا، شنزادی تو موقع کی تلاش میں تھی۔ اس نے بادشاہ سے اجازت طلب کی اور دعا میں لینے کے بھانے سے اس عاشق نامزاد سے ملنے آئی۔ ڈیرے پر پہنچ کر اس نے سب لوگوں کو باہر کھڑا کر دیا اور خود اکیلی اندر آگئی۔ عاشق نامزاد نے اسے دیکھا تو کہا میں می باہر چلی جاؤ۔ آپ بغیر اجازت کیسے یہاں آگئی ہو؟ شنزادی نے یاد دلایا کہ میں وہی ہوں جس کے حسن و جمال پر آپ فریفتہ تھے۔ تھائیوں میں بیٹھ کر آہیں بھرتے تھے، ملاقات کی خاطر ترقیتے تھے، آج میں آپ سے ملنے آئی ہوں، تھائی ہے، موقع قیمت سمجھو۔ اس نے منہ پھیر کر کہا

ملی وہ وقت چلا گیا میں نے تمہاری ملاقات کے لئے نیکی کی روشن کو اختیار کیا تھا مگر اب میرا دل شہنشاہِ حقیقی کی محبت میں لبریز ہو چکا ہے۔ اب تمہاری طرف دیکھنا بھی مجھے گوارا نہیں۔

عشقِ حقیقی

ایک مرتبہ امیر تبلیغ جماعت سید انعام الحسن شاہ صاحب اجتماع کے موقع پر بیان فرمائے کہ اپنی خواب گاہ کی طرف چلے، پیچھے پیچھے معتقدین بھی چل رہے تھے۔ حضرت نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو ایک شخص دست بستہ پیچھے پیچھے روتا ہوا آرہا ہے۔ چند قدموں پر حضرت نے پھر مڑ کر دیکھا تو وہ شخص بدستور روتا ہوا چلا آرہا ہے۔ حضرت نے چند قدم آگے بڑھ کر پھر دیکھا تو وہ بدستور روتا ہوا آرہا ہے۔ آپ نے نمایت شفقت ہرے لجے میں فرمایا بھائی آپ کیوں رورہے ہیں؟ میں کیا امداد کر سکتا ہوں؟ اس شخص نے جواب دیا، حضرت آپ کے عشق کی وجہ سے رورہا ہوں۔ آپ نے فرمایا اللہ کے بعدے اس جی و قیوم کے ساتھ عشق لگا جو ہمیشہ زندہ ہے، مجھے فانی کے ساتھ عشق لگانے کی کیا ضرورت ہے، کل آخر مر جاؤں گا۔ بھائی اس ذات سے عشق لگا جو ہر عاشق کی قدر کرتی ہے تجھے جیسے میرے کتنے محبت کرنے والے ہیں، میں کس کس کی محبت کی قدر کر سکتا ہوں اس ذات سے عشق لگا جو تمہارے عشق کی دنیا و آخرت میں قدر کرے۔ میں کل مر جاؤں گا تو پھر کس سے عشق کرے گا۔

۔ عشق آل زندہ گزیں کو باقی است

وز شراب جا نفرایت ساقی است

«اس جی و قیوم کا عشق اختیار کرو جو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے باقی ہے اور تیرے لئے شراب رو ج پرور کا ساقی ہے»

یاد رہے جو عشق و محبت مخلوق کے ساتھ اللہ کی وجہ سے ہو وہ اللہ ہی کی محبت گئی جاتی ہے، مرشد کے ساتھ محبت اللہ کی محبت ہی کی وجہ سے ہے۔

اللہ رب العزت سے محبت کرنا اور اس کے احکام جلالاً عشق حقیقی کھلاتا ہے۔

عشق حقیقی سے دنیا میں بھی کامیابی اور آخرت میں بھی کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ جنہیں عشق حقیقی کا قطرہ نصیب ہو جاتا ہے دنیا ان کی نظروں میں بیچ ہو جاتی ہے۔ زلف فتنہ گیر ان کی نظر میں دم خرین جاتی ہے۔ ظاہری شکل و صورت کی چمک دمک سے وہ اپنی آنکھوں کو بند کر لیتے ہیں اور اسے دھوکا سمجھتے ہیں۔

ایک دفعہ مالک بن دینار کیسیں جارہے تھے کہ ایک خوبصورت باندی کو دیکھا کہ زرق برق کپڑے پہنے ہوئے ناز و انداز سے جا رہی ہے۔ آپ کے دل میں خیال آیا کہ اس کو نصیحت کرنی چاہئے۔ چنانچہ آپ اس کے قریب ہوئے اور پوچھا اے باندی کیا تمہیں تمہارا آقا پہنچا چاہتا ہے۔ اس نے کہا کیوں؟ فرمایا میں تمہیں خریدنا چاہتا ہوں۔ وہ باندی سمجھی کہ میرا حسن و جمال دیکھ کر اس بوڑھے کا دل بھی قابو میں نہیں رہا۔ اس نے اپنے نوکروں سے کما کہ اس بوڑھے کو ساتھ لے چلو ہم اپنے آقا کو یہ بات ضرور سنائیں گے۔

چنانچہ آپ ان کے ساتھ چل دیئے۔ جب مالک کے گھر پہنچے تو باندی نے ہنستے مکراتے ٹھک ٹھک کر اپنے مالک کو واقعہ سنایا کہ ایک بوڑھا بھی مجھے دیکھ کر دل دے پیٹھا، ہم اسے ساتھ لائے ہیں۔ مالک نے حضرت سے پوچھا اے باندی میاں کیا آپ یہ باندی خریدنا چاہتے ہیں؟ حضرت نے فرمایا، ہاں۔ مالک نے پوچھا کتنے میں خریدو گے؟ حضرت نے فرمایا دو خشک کھجوروں کے بد لے میں۔ مالک یہ جواب سن کر حیران رہ گیا۔ پوچھنے لگا کہ اتنی تھوڑی قیمت کس مناسبت سے لگائی؟ حضرت نے فرمایا کہ اس میں عیب بہت ہیں۔ ایک تو اس کا حسن فانی ہے ایک دن ختم ہو جائے گا، دوسرا

عقریب بوڑھی ہو جائے گی منہ پر جھریاں بڑھائیں گی تو دیکھنے کو دل نہ چاہے گا۔ چند دن نہ نہایت تو جسم سے باؤ آنے لگے، سر میں جوئیں پڑھائیں، منہ سے بھی بدبو آنے لگے، دانت گندے نظر آئیں۔ بال نہ سمجھائے تو خوفناک شکل بن جائے پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ بے وفا ایسی ہے کہ آج تمہارے پاس ہے کل جب تم مرد گے تو کسی اور کے پاس چلی جائے گی۔ مالک نے کمایہ سب باتیں تھیک ہیں مگر آپ نے دو خشک کھجوروں کی قیمت کیسے لگائی؟ حضرت نے فرمایا کہ مجھے ایک خادمہ ملتی ہے جس کا حسن و جمال ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔ جب مکراۓ تو دانتوں سے نور کی شعائیں نکلیں، کپڑے ایسے کہ ستر ہزار رنگ جھلک رہے ہوں گے، اگر اپنے کپڑے کا پلو آسمان دنیا سے نیچے کر دے تو سورج کی روشنی ماند پڑھائے، اگر مردے سے ہمکلامی کر لے تو مردہ زندہ ہو جائے۔ با وفا اتنی کہ اس کے دل میں محبت کی لہریں اٹھتی مجھے خود نظر آئیں، اگر کھاراپانی میں تھوک ڈال دے تو وہ میٹھا ہو جائے۔ یہ باندی مجھے رات کے آخری پر میں کپڑے ہو کر دور کھت تھجد پڑھنے سے مل جاتی ہے۔ مالک کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے اس نے کہا حضرت آپ نے میری حالت بدل دی۔

— جزاک اللہ کہ چشم باز کردی
مرا با جان جان ہراز کردی

(اللہ تجھے بدل دے کہ میری آنکھیں کھول دیں اور مجھے اپنے محبوب کا

راز دان بیام)

مالک نے پھی تو بہ کر لی اور بقیہ زندگی نیک کے ساتھ گزاری کی نے تھی کہا ہے

— خاک ہو جائیں گے قبروں میں حسینوں کے بدن

ان کے ذمپر کی خاطر را پیغمبری نہ چھوڑ

ایک بزرگ اپنی مجالس میں فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے تو اللہ کی محبت کا دلولہ ایک عورت کی وجہ سے حاصل کیا۔ ایک صاحب کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ یہ کیا معاملہ؟ چلو ذرا تحقیق تو کریں اس نے ان بزرگ سے تھائی میں پوچھا حضرت! یہ عورت والا واقعہ کیا ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ ایک دفعہ میں دارالافتاء میں بیٹھا کام کر رہا تھا ایک عورت آئی اور اس نے فتویٰ مانگا کہ مرد ایک بیوی کے ہوتے ہوئے دوسری شادی کر سکتا ہے یا نہیں؟

میں نے کماش روی اعتبار سے تو اس کو چار شادیوں تک کی اجازت ہے میں اسے کیسے روک سکتا ہوں؟ اس نے کہا کہ دوسرے مردوں کے لئے یہی اصول ہے لیکن آپ میرے خادوند کے لئے لکھ دیں کہ وہ اور کسی سے شادی نہیں کر سکتا۔ میں نے انکار کر دیا۔ اب ادھر سے اصرار اور ادھر سے انکار۔ ادھر سے اصرار اور ادھر سے انکار۔ بالآخر اس نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا حضرت! شریعت کا حکم مانع ہے ورنہ میں نقاب اٹھاتی اور آپ میرا حسن و جمال دیکھتے تو لکھنے پر مجبور ہو جاتے کہ جس شخص کی بیوی اتنی خوبصورت ہو اس کو دوسری شادی کرنے کی اجازت نہیں۔ خیر میں نے پھر بھی انکار کیا تو وہ چلی گئی مگر میرے اندر عشقِ الہی کا دلیپ جلا گئی۔ اگر ایک عورت کو اپنے حسن و جمال پر اتنا ناز ہے تو اللہ تعالیٰ کے حسن و جمال کا کیا عالم ہو گا؟ کیا وہ چاہے گا کہ اس کے ہوتے ہوئے انسان کسی دوسرے کی طرف محبت کی نگاہ ڈالے۔

کوئی جی بھرنے کی صورت ہی نہیں میرے لئے
کیسے دنیا بھر کے ہو جائیں جیسیں میرے لئے
اب تو ذوق حسن اپنا یوں کہے ہو کر بلند
حسن اور وہ کے لئے حسن آفرینیں میرے لئے

اک اہم نکتہ :

اللہ تعالیٰ نے مخلوق میں سے جس کسی کے ساتھ محبت کا حکم دیا ہے اس سے عشق کرنا در حقیقت محبت الہی کی تمجید ہے۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ اپنی دعا میں فرمایا کرتے تھے

اللهم اني استلك حبك و حب من يحبك

{اے اللہ میں آپ کی محبت چاہتا ہوں اور جو آپ سے محبت کریں ان
کی بھی محبت چاہتا ہوں}

پس نبی اکرم ﷺ سے عشق کرنا در حقیقت اللہ تعالیٰ سے ہی عشق کرنا ہے۔ اسی طرح صحابہ اکرامؓ، اہلیت عظام اور اولیاء کرام سے محبت کرنا بھی اسی زمرے میں شامل ہے۔ مزید مر آں شیخ سے محبت کرنا بھی اسی محبت کی وجہ سے ہے حضرت شارفؒؒ کے پچھے شعر ذرا تبدیلی کے ساتھ

مدت ہوئی ہے شیخ سے محضے ہوئے مگر
ہو کل کی بات جیسے ہر اک بات یاد ہے
ہر شب شب مرأت تھی ہر روز روز عید
تاریک دل پر نور کی برسات یاد ہے
بینے سے لگ کے پیار سے ہاتھوں کو چومنا
اب تک مجھے وہ پہلی ملاقات یاد ہے

تاہم خلوق کی ان محبتوں میں حدود و قیود ہیں ان سے کچھ بڑھانا یا گھٹانا گناہ میں شامل ہے۔ نتیجہ یہ نکا کہ آپ ﷺ سے محبت کرنا شرط ایمان ہے جب کہ پیر و مرشد، ماں باب، اور بیوی پتوں سے محبت کرنا عشق الہی کی تکمیل ہے۔ پس عشق حقیقی یہ ہے کہ

اللہ تعالیٰ سے محبت ہو اور جس کی محبت کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اس سے بھی محبت ہو۔

عشقِ حقیقی اور عشقِ مجازی کا مقابلہ :

◎ عشقِ حقیقی جائز اور عبادت ہے جب کہ عشقِ مجازی ناجائز اور گناہ ہے۔

◎ عشقِ حقیقی سے دین و دنیا آباد جب کہ عشقِ مجازی سے دین و دنیا بر باد ہوتی ہے۔

◎ عشقِ حقیقی سے ایک نہ ایک دن و صل نصیب ہو گا جب کہ عشقِ مجازی میں ایک نہ ایک دن محبوب سے جدا ہی ہو گی۔

◎ عشقِ حقیقی سے دل منور ہوتا ہے جب کہ عشقِ مجازی سے دل سیاہ ہوتا ہے

◎ عشقِ حقیقی سے دل زندہ ہوتا ہے جب کہ عشقِ مجازی سے دل مردہ ہوتا ہے

◎ عشقِ حقیقی سے عزت ملتی ہے جب کہ عشقِ مجازی سے ذلت ملتی ہے۔

◎ عشقِ حقیقی کا جوش داگئی ہوتا ہے جب کہ عشقِ مجازی کا ابال و قتی ہوتا ہے

◎ عشقِ حقیقی والوں کا ٹھکانہ جنت ہے جب کہ عشقِ مجازی والوں کا ٹھکانہ جنم ہے۔

◎ عشقِ حقیقی کی راہ میں ہر پریشانی راحت ہے جب کہ عشقِ مجازی میں ہر پریشانی عذاب ہے۔

◎ عشقِ حقیقی والوں کے چروں پر بھار کی تازگی اور عشقِ مجازی والوں کے چروں پر خزاں کی بے رو نتی ہوتی ہے۔ (تلک عشرہ کاملہ)



باب 6

موت کے وقت عشاں کی حالت

عاشق صادق کی ساری زندگی موت کی تیاری کرنے میں گزر لی ہے کیونکہ موت ایک پل ہے جس پر سے گزر کر وصال یا رہنا ہے پس جب موت کا وقت قریب آتا ہے تو اس پر خوشی کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔

شکر اللہ کہ نمر دیم و رسید دیم بد وست آفریں باد مریں ہمت مردانہ ما {اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میں مرا نہیں بلکہ دوست تک پہنچ گیا، میرے مردانہ ہمت کو شabaش دو}

اسے جب خیال آتا ہے کہ آج امتحان کی گھریاں ختم ہوں گی اور موت ایک پل کی مانند ہے جو ایک دوست کو دوسرے دوست سے ملا دیتی ہے تو اس کی خوشی کی انتہا نہیں رہتی۔

ہیں سرور وصل سے لبریز مشتاقوں کے دل کر رہی ہیں آرزوئیں سجدہ شکرانہ آج عاشق صادق کی موت کا وقت قریب آتا ہے تو دوست احباب طبیب کو بلا تے ہیں تاکہ اس کو ہماری سے شفا کے لئے دوا دی جاسکے جب کہ مرنے والے کی کیفیت یہ

ہوتی ہے کہ آج موت سے زیادہ اکسیر دو اکوئی نہیں ہے۔

۔ از سر بالیں من بر خیز اے ناداں طبیب
درد مند عشق را دارد بجز دیدار نیست
﴿اے ناداں طبیب میرے سرہانے سے اٹھ جا، عشق کے درد مند کے
لئے دیدار کے سوا اور کوئی علاج نہیں﴾

موت کے قریب عاشق صادق کی بعض اوقات ایسی کیفیت ہوتی ہے جیسا کہ وہ
ایک تھکا ماندہ سائل ہے جو بخنی کے دروازے تک آپنچا ہے اور اب وہ دروازہ کھلے گا تو
محبوب اس کے دامن کو گوہر مراد سے ہمدرد ہے گا۔

مغلما نیم آمدہ در کوئے تو
شینا اللہ از جمال روئے تو
دست بکھا جانب زنبیل ما
آفریں بر دست و بر بازوئے تو
﴿ہم مفلس ہیں تمہاری گلی میں آئے ہیں، اللہ کے واسطے اپنے حسن
سے کچھ عطا کیجئے۔ اپنے ہاتھ کو ہمارے نشکول کی طرف بڑھائیں
تمہارے ہاتھوں اور بازوؤں پر آفریں ہو﴾

عاشق صادق کی آخری تمنا یہی ہوتی ہے کہ اسے نماز کے بعدے میں موت آجائے
یادیں طبیبہ میں موت آئے تاکہ اس کی بے قراری کو ہمیشہ کے لئے قرار آجائے۔

۔ جان ہی دے دی جگر نے آج پائے یار پر
 عمر بھر کی بے قراری کو قرار آئی گیا
موت کے وقت عاشق کی کیفیت درج ذیل واقعات سے واضح ہو سکتی ہے۔

① - حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ کے سامنے پڑھا گیا۔ جان بدہ، جان بدہ، جان بدہ
(جان دے دو، جان دے دو، جان دے دو) اور یہ کہہ کر فوت ہو گئے۔

② - ایک عاشق صادق طواف کعبہ کے لئے اپنے گھر سے روانہ ہوئے۔ جب اس کی
نظر بیت اللہ شریف پر پڑی تو عجیب کیفیت میں یہ شعر پڑھ کر فوت ہو گئے۔

چو رسی بھوئے ولبر بسیار جان مضطرب
کہ مبادا بار دیگر نزی بدیں تمنا
{جب محبوب کے کوچے میں پہنچ جائے تو بے قرار جان کو پرد کر
دے۔ ایسا نہ ہو کہ دوبارہ اس تمنا کونہ پہنچ سکے}

③ - محدث ابو ذر ع[ؓ] کو ایک لاکھ احادیث اس طرح یاد تھیں جس طرح عام لوگوں کو
سورۃ اخلاص یاہ ہوتی ہے۔ ایک مرتبہ طلباء کو حدیث پڑھا رہے تھے کہ من کان آخر
کلام لا الہ الا اللہ (جس کا آخری کلمہ لا الہ الا اللہ ہو) یہ کہا اور فوت ہو گئے گویا دخل
الجنة کی عملی تصویر میں گئے۔

④ - حضرت خواجہ فرید الدین عطار ایک مرتبہ اپنی دکان پر بیٹھے ہوئے تھے اک فقیر
بے نواہ اغلی ہوا اور چاروں طرف دیوار کے ساتھ پڑی شیشیوں کو غور سے دیکھا رہا۔
آپ نے پوچھا کیا بات ہے تو اس نے کہ آپ کی جان اتنی شیشیوں میں انکی ہوئی ہے
یہ کیسے نکلے گی؟ آپ نے فرمایا میاں جیسے تمہاری جان نکلے گی ویسی ہی ہماری جان نکلے
گی۔ اس فقیر نے یہ سنات تو وہیں فرش پر لیٹ کر کپڑا اپنے اوپر اوڑھ کر کہا میاں ہماری جان
تو ایسے نکلے گی۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ جب آپ نے قریب پہنچ کر اسے
ہلاکا جلا کا تو دیکھا کہ وہ تو اپنی جان آفرین کے پرد کر چکا ہے۔ آپ کے دل پر اس
واقعہ کا برداğہ رکھا اثر ہوا آپ کی زندگی کا رخ بدلا۔ حتیٰ کہ آپ خواجہ فرید الدین عطار نے



اور آپ نے تذکرۃ الاولیاء کتاب لکھی۔

⑤ - حضرت سری سقطی ایک مرتبہ چند فقرات کے ہمراہ ذکر و شغل میں مشغول تھے کہ ایک عاشق صادق آیا اور پوچھنے لگا کہ یہاں کوئی ایسی جگہ ہے جہاں پر انسان مر سکے۔ آپ یہ سن کر حیران ہوئے اور قربی کنوئیں اور مسجد کی طرف اشارہ کیا کہ ہاں وہ جگہ ہے۔ وہ شخص وہاں گیا کنوئیں کے پانی سے وضو کیا مسجد میں دور کعت نماز پڑھی اور لیٹ گیا۔ جب اگلی نماز کا وقت آیا تو لوگ مسجد میں داخل ہوئے تو کسی نے ان کو جگانا چاہا کہ نماز کا وقت قریب ہے، دیکھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو چکے تھے۔

⑥ - مخداد دینوری کی وفات کا وقت قریب آیا تو کسی نے دعا دی، اے اللہ! مخداد کو جنت کی نعمتیں عطا فرم۔ آپ نے حیران ہو کر اس کی طرف دیکھا اور کہا گز شستہ بیس سال سے جنت خوب مزین کر کے میرے سامنے پیش کی جاتی رہی مگر میں نے ایک لمحہ کے لئے بھی اللہ تعالیٰ سے نظر ہٹا کر اس کی طرف نہیں دیکھا۔

⑦ - حضرت ان فارض کی وفات کا وقت قریب آیا تو ان کے سامنے جنت کو پیش کیا گیا تو وہ طالب دیدار مولیٰ تھے۔ انہوں نے شعر پڑھا

ان كان منزله في الحب عندكم

ما قد رأيت فقد ضيخت أيامى

﴿اگر محبت میں میرا مرتبہ آپ کے ہاں یہ ہے جو میں نے دیکھا تو پھر
میری زندگی ضائع ہو گئی﴾

⑧ - ایک بزرگ اپنے مرض الموت میں گرفتار تھے والدہ بھی پاس بیٹھی ہوئیں تھیں۔ ان کی چھوٹی بیٹی ان کے پاس آئی اور چاہتی تھی کہ ابو مجھ سے کھلیں اور با تم کریں وہ خاموش آنکھیں بند کئے لیئے محو ذکر و فکر رہے۔ بیٹی ان سے روٹھ گئی اور اپنی دادی سے

کہنے لگی کہ اب میں اب سے نہیں بولوں گی۔ چنانچہ دادی نے ان بزرگوں سے کہا ویکھو یہ
چھوٹی بیشی آپ سے ناراض ہو گئی ہے آپ اسے منا لیں۔ انہوں نے آنکھیں کھو کر
دیکھا اور کہا کون بیشی، کیسی بیشی، ہم نے تو اپنے یار کو منالیا۔ لا الہ الا اللہ محمد
رسول اللہ یہ کہہ کر فوت ہو گئے۔

⑨ - ایک صحابیؓ کو میدان جنگ میں تلوار کا دار لگا تو فرمایا فزت و رب الکعبہ (رب
کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا) یہ کہہ کر شہید ہو گئے۔

- جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

⑩ - ایک نوجوان مرابتہ میں مشغول تھے کہ اسی حال میں موت آگئی۔
ایک بزرگ نے موت کے وقت کہا:

يَا لَيْتَ قَوْمٌ يَعْلَمُونَ بِمَا غَفَرْلَى رَبِّي وَ جَلَعْنَى مِنَ الْمَكْرِ مِنْ
(کاش کہ میری قوم کو پتہ چلتا کہ فرش دیا مجھے پروردگار نے اور مجھے
عزت والوں میں سے بنا دیا)

ایک اور بزرگ نے موت کے وقت کہا:

مثُلُ هَذَا فَلِيَعْمَلُ الْعَامِلُونَ

(اس جیسے کے لئے عمل کرنے والے عمل کریں)

⑪ - راقم الحروف کے ایک مربان دوست تھے۔ بہت نیک، متقن اور متواضع انسان
تھے۔ حج اور عمرے کرنے میں ہی ان کا وقت گزرتا تھا۔ جب ان کے سامنے محبت الہی کا
ذکرہ کیا جاتا تو آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی لگ جاتی۔ عمر تقریباً اسی سال کے لگ
بھگ تھی۔ ایک مرتبہ رمضان المبارک میں مسجد نبوی میں مختلف تھے کہ ریاض الجنة

میں عصر کی نماز ادا کرتے ہوئے سجدے میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔ ایک وقت میں کتنی سعادت میں یکجا ہوئیں۔

- (1) مدینہ طیبہ میں موت آئی
 - (2) مسجد نبوی میں موت آئی
 - (3) ریاض الجنة میں موت آئی
 - (4) باوغضو موت آئی
 - (5) نماز کی حالت میں موت آئی
 - (6) سجدے کی حالت میں موت آئی
 - (7) روزے کی حالت میں موت آئی
 - (8) اعتکاف کی حالت میں موت آئی
 - (9) مسجد نبوی میں نماز جنازہ پڑھی گئی
 - (10) جنت البقیع میں مدفون ہوئے
- آخر کل اپنی خاک در مے کدھ ہوئی
پنجی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

ذلک فضل الله یوتی من یشاء و الله ذوالفضل العظيم

(یہ اللہ کا فضل ہے، جس کو چاہے عطا کر دیتے ہیں اللہ بڑے فضل دالے ہیں)

⑫ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کی وفات ہوئی تو لوگوں نے پیشانی پر لکھا ہوا دیکھا۔

هذا حبیب الله مات فی حب الله

(یہ اللہ تعالیٰ کا دوست ہے یہ اللہ ہی کی محبت میں مر ا ہے)



باب 7

قبر میں عشقان کی حالت

جن عشقان کو موت کے وقت عنایات الہی کا شر نصیب ہوتا ہے ان کی قبر کے حالات بھی عجیب و غریب ہوتے ہیں۔

۔ لحد میں عشق الہی کا داغ لے کے چلے
اندھیری رات سن تھی چراغ لے کے چلے
چند واقعات درج ذیل ہیں۔

❖ حضرت مطی بن معاز رازی سے قبر میں فرشتوں نے پوچھا کہ کیا لائے ہو؟ جواب دیا کہ میرے آقا کا فرمان عظیم الشان تھا۔ الدنیا سجن المومن (دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے) اب مجھے بتاؤ کہ قید خانے سے کوئی کیا لاسکتا ہے؟ فرشتے یہ جواب سن کر چلے گئے اور قبر کو باغ ہادیا گیا۔

❖ حضرت بایزید بطاطی ایک شخص کو خواب میں نظر آئے اس نے پوچھا کہ قبر میں کیا معاملہ ہوا؟ فرمایا، کہ فرشتے پوچھنے لگے کہ اویوڑھے! کیا لائے ہو؟ میں نے جواب دیا کہ جب کوئی بادشاہ کے در پر آتا ہے تو یہ نہیں پوچھتے کہ کیا لائے ہو بلکہ یہ پوچھتے ہیں کہ کیا لینے آئے ہو؟ فرشتے یہ جواب سن کر خوش ہوئے۔

❖ رابعہ بصر یہ اپنی وفات کے بعد کسی کو خواب میں نظر آئیں اس نے پوچھا کہ کیا بنا؟

فرمایا، کہ فرشتے آئے تھے پوچھنے لگے، من ربک میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ سے جا کر کہ دو کہ یا اللہ! تیری اتنی ساری مخلوق ہے اور ان میں سے تو مجھے ایک بُوڑھی عورت کو نہیں بھولا، میرا تو تیرے سو اب ہے ہی کوئی نہیں۔ بھلا میں تجھے کیسے بھول سکتی ہوں؟

◇ حضرت جنید بغدادیؒ سے قبر میں فرشتوں نے سوال کیا کہ من ربک۔ آپ نے فرمایا کہ میرا رب وہی ہے جس نے فرشتوں کو حکم دیا تھا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو۔ فرشتے یہ جواب سن کر حیران ہوئے اور چلے گئے۔

◇ حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ اپنی وفات کے بعد کسی شخص کو خواب میں نظر آئے، اس نے پوچھا کہ حضرت! آگے کیا ہا؟ فرمایا کہ فرشتوں نے آکر پوچھا کہ من ربک، میں نے جواب دیا کہ تم سدرۃ المحتشم سے نیچے اتر کر (کھرب ہا کھرب میل کا فاصلہ طے کر کے) آئے اور اللہ تعالیٰ کو نہیں بھولے تو کیا میں سطح زمین سے چار فٹ نیچے آکر سب کچھ بھول جاؤں گا۔ پس میرے اوپر رحمت الہی کا دروازہ کھول کر میری قبر کو جنت بنا دیا گیا۔

حدیث پاک میں آیا ہے کہ جب مومن کو قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے تو اللہ رب العزت فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ یہ میرا بھدہ دنیا سے تھا کاماندہ آیا ہے۔ اسے کہہ دو کہ نم کنومہ العروس (دلہن کی نیند سو جا) یہاں محمد شین نے ایک نکتہ لکھا ہے کہ یہ نہیں فرمایا کہ تو میٹھی نیند سو جا بلکہ یہ فرمایا گیا ہے کہ تو دلہن کی نیند سو جا اس میں راز یہ ہے کہ جب دلہن سوتی ہے تو اس کو وہی جگاتا ہے جو اس کا محبوب (خاوند) ہوتا ہے یہ بھدہ قبر میں دلہن کی نیند سو رہا ہے اس کو روز محشر وہ جگائے گا جو اس کا محبوب (اللہ تعالیٰ) ہو گا۔ دلہن جا گے تو خاوند کا مسکراتا چرہ دیکھئے یہ عاشق صادق روز محشر جب جا گے گا تو اللہ تعالیٰ کو مسکراتا دیکھئے گا۔

باب 8

روزِ محشر عشاق کی حالت

حدیث پاک میں آیا ہے کہ بعض لوگ روزِ محشر اس حال میں کھڑے ہوں گے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھ کر مسکرائیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کی طرف دیکھ کر مسکرائیں گے۔ آواز آئے گی

یا ایتها النفس المطمئنة ارجعي الى رب راضية مرضية

فادخلی فی عبادی و ادخلی جنتی

{اے نفسِ مطمئناً اپنے رب کی طرف لوٹ جاوہ تجھ سے راضی تو اس سے راضی پھر تو میرے ہدوں میں داخل ہو جا اور میری جنت میں چلا

جا}

اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والوں کو بلکہ اللہ تعالیٰ کی وجہ سے آپس میں محبت کرنے والوں کو عرش کا سایہ عطا کیا جائے گا۔ یہ وہ دن ہو گا جس دن عرش کے سامنے کے سوا دوسرا کوئی سایہ نہ ہو گا۔ عام لوگوں کے لئے قیامت کا دن ستر ہزار سال کے برابر ہو گا۔ جب کہ عشاق کے لئے وہ دن فجر کی دور کوت سنتیں پڑھنے کے بعد رہنا دیا جائے گا ان کے لئے مشک و زبر جد کے ٹیلے ہوں گے جن پر وہ سیر کریں گے اور اپنے محبوب حقیقی کے جمال کا مشاہدہ کرتے رہیں گے۔

- عاشقان را با قیامت روزِ محشر کار نیست

عاشقان را جز تماشائے جمال یار نیست

{عاشقوں کو قیامت کے ساتھِ محشر کے دن کوئی کام نہیں عاشقوں کے لئے سوائے محبوب کے حسن کے مشاہدہ کے کوئی کام نہیں}

بعض عاشق کا تو یہ حال ہو گا کہ جنت کے دروازے پر پہنچ کر رضوان سے کہیں گے کہ ہم دنیا میں سنائے کرتے تھے کہ جنت میں ہمیں دیدار ہو گا۔ رضوان دار وغہ جنت اللہ تعالیٰ سے پوچھئے گا رب کریم ابھی میزانِ عدل قائم نہیں ہوا اور یہ لوگ جنت میں داخلہ چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پوچھیں گے کہ اے میرے بدو! تم نے حساب کتاب تو دیا نہیں اور جنت میں جانے کے متنی ہو۔ عاشق عرض کریں گے اے رب کریم! آپ جانتے ہیں کہ ہم نے دنیا سے رخ موڑا اور آپ سے رشتہ جوڑا تھا، ہمیں دنیاوی نازو نعمت سے کوئی دلچسپی نہ تھی، ہم نے دنیا میں قناعت کی آپ سے محبت کرتے رہے، راتوں کو آپ کے حضور بسجود رہتے، مناجات میں راز و نیاز کی باتیں کرتے غمزدوں کی طرح راتیں بسر کرتے اور آپ کی رضا جوئی کے لئے تذپتے رہتے، جب ہماری موت آئی تو ہمارے پاس آپ کی محبت کے سوا کچھ باقی نہیں تھا۔

- حضور یار ہوئی دفترِ جنوں کی طلب

گرہ میں لے کے گریبان کا تار تار چلے

اب ہمارے کندھے پر تیرے در کی چٹائی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے

فرشتہ رضوان سے فرمائیں گے۔ رضوان! یہ لوگ میرے عاشق ہیں ان سے کیا

حساب کتاب لینا، جنت کے دروازے کھول دو اور ان کو بغیر حساب کتاب کے اندر

جانے دو۔

ایک روایت کا مفہوم ہے کہ وہ عشق جو دنیا میں زہد و ریاضت اور فقر و فاقہ کی زندگی گزاریں گے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سے مغدرت فرمائیں گے جیسے ایک دوست کوئی چیز نہ دینے کی وجہ سے دوسرے دوست سے مغدرت کرتا ہے۔

روزِ محشر عشق کا مجمعِ حوض کوثر کے قریب لگے گا اللہ تعالیٰ کے محبوب شافع اللذ نین رحمۃ اللعائیمین ﷺ انہیں حوض کوثر سے جام بھر کر پائیں گے۔ اپنے ہر ہر امتی کو وضو، نماز کے نشانات اور اعضاء کی نورانیت سے پہچانیں گے۔ فرشتے بھی امتِ محمدیہ ﷺ کے ان لوگوں کو دیکھ دیکھ کر نہال ہوں گے۔

جو پہنچا حشر میں ثاقب فرشتے سب پکار اٹھے
محمد کے غلاموں کے غلاموں کا غلام آیا
روزِ محشر کی سختیاں کفار مشرکین، منافقین اور فاسقین کے لئے ہوں گی۔ عشق
پل صراط سے ہوا کی تیزی سے گزریں گے۔ جب جنم کے اوپر سے گزرنے لگیں گے
تو جنم کی گرمی ان کے نور ایمان کی وجہ سے ٹھنڈک میں بد لئے لگے گی۔ جنم پکارے گی
جلدی گزر جاؤ۔

روزِ محشر عشق کو اللہ تعالیٰ شفاعت کا اختیار دیں گے۔ وہ اپنے ساتھ کئی گناہ
گاروں کو لے کر جنت میں جائیں گے۔ محشر کی سختیوں سے وہ خود بھی بھیں گے اور
دوسروں کے بھنے کا سبب بھی بھیں گے۔ ان کے سامنے ایک نور ہو گا جس کی روشنی میں
ان کو جنت کے دروازے تک پہنچائیں گے۔

و سیق الذین انقوا ربهم الی العجنة زمرا

(اور لے جایا جائے گا ان لوگوں کو جو اپنے رب سے ڈرے جنت کی
طرف گروہ گروہ)

دنیا میں جو اپنے دلوں میں محبت الہی کو پیدا کریں گے روزِ محشر ان کے دلوں پر اللہ تعالیٰ خصوصی عنایت کی نظر ہو گی اس دن مال و اولاد کام نہ آئے گی۔

یوم لا ینفع مال و لا بنون الا من اتی اللہ بقلب سليم

(جس دن نہ مال کام آئے گا اور نہ اولاد مگر جو اللہ کے پاس قلب سليم کے ساتھ آئے گا)

یہ دنیا میں غربت و مکنت کی زندگی گزارنے والے قیامت کے دن کے معزز
مہمان ہوں گے۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ نبی ﷺ دعا مانگتے تھے

اللهم احینی مسکينا و امتني مسکينا و احسرنی فی زمرة

المساكين

(اے اللہ مجھے مسکین ہی زندہ رکھنا اور مسکین ہی وفات دینا اور مجھے
مساکین کی جماعت کے ساتھ اٹھانا)

اللہ وہ دل دے جو تے عشق کا گھر ہو
دائی رحمت کی تری اس پر نظر ہو
دل دے کہ تے عشق میں یہ حال ہو اس کا
محشر کا اگر شور ہو تو بھی نہ خبر ہو



باب 9

عاشق صادق کی پہچان

اس دنیا میں آفتاب کا طلوع ہونا ہی آفتاب کی دلیل ہے، عطر کی خوبی اس کی موجودگی کا ثبوت ہے۔

مشکل آئت کہ خود بجید نہ کہ عطار بجید
(کسی توری خود خوبیتی ہے یہ نہیں کہ عطار اس کی تعریف کرے)

درج ذیل میں عشاق کی پہچان کے چند ولائیں درج کئے جاتے ہیں۔

عشاق کی پہچان بھی ان ہی کی اپنی ذات سے ہوتی ہے۔ حدیث پاک میں ہے
اللیل 1 کہ ایک مرتبہ نبی ﷺ سے اولیاء اللہ کی نشانی پوچھی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا اللذین اذا رأوا ذکر الله (جن کے دیکھنے سے اللہ یاد آئے) عاشق صادق کی پہچان اس کا پر انوار چرہ اور اس کی وجاهت ہوتی ہے۔ اجنبی لوگ انہیں دیکھ کر پہچان لیتے ہیں۔ گو ان کی ظاہری وضع قطع بہت معمولی ہو مگر عقل سلیم رکھنے والا شخص ایک نظر ڈالتے ہی پہچان لیتا ہے۔ دل ان کی طرف اس طرح کھنچتے ہیں جس طرح لوہا مقناطیس کی طرف کھنچ جاتا ہے۔

قرآن مجید میں عشاق کی تین نشانیاں باتی گئی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اللذین اذا ذکر الله وجلت قلوبهم و اذا تلیت عليهم



آیتہ زادتہم ایمانا و علی ربہم یتعوکلوں

(وہ لوگ کہ جب ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل

رزنے لگتے ہیں اور جب ان کے سامنے آیات کی تلاوت کی جائے تو ان

کے ایمان زیادہ ہونے لگتے ہیں اور وہ اپنے رب پر توکل رکھتے ہیں)

پہلی نشانی یہ باتی گئی ہے کہ جب انکے سامنے اللہ کا تذکرہ ہوتا ہے تو ان کے دل

پھر کرنے لگتے ہیں۔ بقول

اک دم بھی محبت چھپ نہ سکی جب تیرا کسی نے نام لیا

دوسری نشانی یہ باتی گئی کہ وہ اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہیں۔

حدیث پاک میں ارشاد ہے کہ نبی کریم ﷺ سے مومن (عاشق صادق) کی

نشانی پوچھی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا

دلیل 3

التجا في عن دار الغرور و الانابتة الى دار الخلود

والاستعداد للموت قبل نزوله

ایک نشانی تو یہ ہے کہ دھوکے والے گھر سے ان کا دل آتا جائے۔ دنیا اپنی

دچپیوں اور حشر سامانیوں کے باوجود ان کا دل نہ بھا سکے دنیا سے اس کی رنگینیوں سے

دل متاثر نہ ہو۔ بقول علامہ اقبال

۔ دنیا کی مخالفوں سے آتا گیا ہوں یا رب

کیا لطف انجمن کا جب دل ہی مجھ گیا ہو

دوسری نشانی یہ ہے کہ ہمیشہ رہنے والے گھر یعنی جنت کی طرف ان کی توجہ مرکوز

ہو جائے۔ تیسرا نشانی یہ ہے کہ موت سے قبل اس کی تیاری، جس طرح محبت اپنے

محبوب سے ملاقات کی تیاری کرتا ہے۔ بقول شاعر

اے باد صبا دیکھو تو سی مہمان جو آنے والے ہیں
 کلیاں نہ مجھا نارا ہوں میں ہم پلکیں مجھانے والے ہیں
 عاشق صادق بھی اپنے محبوب حقیقی سے ملاقات کی تیاری کرتا ہے۔ حدیث پاک
 میں ہے الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب (موت ایک پل ہے جو ایک
 دوست کو دوسرے دوست سے ملا دیتی ہے)۔

عربی کا مشہور شعر ہے

دلیل 4

لو کان حبک صادقا لا طعنه

ان المحب لما يحب مطیع

{یعنی اگر تیری محبت پچی ہے تو اس کی اطاعت کرے گا یہ شک محبوب
 محبوب کا مطیع ہوتا ہے} .

عاشق صادق ہمیشہ اپنے محبوب کی اطاعت کرتا ہے۔ پس یہی سب سے بڑی پہچان
 ہے۔ عاشق صادق کی پوری زندگی شریعت و سنت کے مطابق ہوتی ہے۔ حضرت بازیزید
 بسطامیؓ کے سامنے خربوزہ پیش کیا گیا۔ آپ نے پوچھا کہ اس کو کس طرح کاٹ کر کھانا
 سنت ہے۔ علمائے مجلس کے پاس کوئی واضح سند نہ تھی آپ نے اس کو کھانے سے ہی
 انکار کر دیا کہ ممکن ہے میں ایک طریقے سے کھاؤں مگر نبی ﷺ نے اس کو دوسرے
 طریقے سے کھایا ہو تو سنت کی خلاف ورزی نہ ہو۔ اگر اس قسم کی چیزوں میں جس
 طریقے سے بھی انسان کھائے شریعت میں اجازت ہوتی ہے مگر عشاقد تو محبوب کے
 نقش قدم پر چلنا ہی اپنا سرمایہ حیات سمجھتے ہیں۔

عاشق صادق کی ایک خاص پہچان یہ ہے کہ وہ محبوب کے غیر کی طرف آنکھ

انداز کر دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا۔ اسی لئے شرع شریف میں جس طرح اللہ

دلیل 5

تعالیٰ سے محبت کرنا عبادت ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے غیر سے بغض رکھنا بھی عبادت ہے۔ ماسو اکی محبت سے عاشق صادق کا دل خالی ہوتا ہے۔ وہ لا الہ الا اللہ کی تلوار سے ماسو اکو نیست و نابود کر دیتا ہے۔ عشقِ حقیقی کی بات تو بہت بلند ہے عشقِ مجازی والے بھی اس چیز کو پسند نہیں کرتے۔ چنانچہ ایک شخص نے کسی حسینہ کو دیکھا تو کہنے لگا کہ میں تمہارا عاشق ہوں اور تمہیں چاہتا ہوں۔ اس نے کہا میرے پیچھے میری بہن آرہی ہے وہ مجھ سے بھی زیادہ خوبصورت ہے۔ وہ شخص پیچھے دیکھنے لگا تو اس حسینہ نے اپنا جو تا اس کے سر پر رسید کیا اور کہا کہ او جھونے اگر تجھے مجھ سے عشق تھا تو پھر کسی اور طرف دیکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ ایک شخص نے ملکہ زبیدہ خاتون کے عشق کا دعویٰ کیا تھا۔ زبیدہ نے اسے بلا کر کہا کہ تم کافی بڑی رقم لے لو اور یہ بات نہ کرو۔ اس نے کہا کتنی؟ زبیدہ نے کہا دس ہزار دینار۔ یہ بات سن کرو وہ چپ ہو گیا۔ زبیدہ نے ہارون الرشید سے کہا کہ یہ جھوٹا مکار ہے اسے جو تے لگوادو، جب جوتے پڑے تو دماغ ٹھیک ہو گیا۔

حضرت خواجہ عثمان ہارونی فرمایا کرتے تھے کہ عاشق صادق کی تین نشانیاں

دلیل 6

ہیں۔ ۱) زمین کی طرح عاجزی ہو۔

۲) آفتاب جیسی شفقت ہو۔

۳) سمندروں جیسی سخاوت ہو۔

کسی شاعر کا عجیب کلام ہے۔

دلیل 7

عاشقاں را سہ نشانی اے پسر، رنگ زرد و آہ سرد و چشم تر

یا کم خوردن کم گھن و کم خفن

﴿۱﴾ طفل عاشقوں کی تین نشانیاں ہیں رنگ زرد و آہ سرد، چشم تر۔ گویا سالئن

طریقت کی بھی تین نشانیاں ہیں کم کھانا، کم بولنا، کم سوتا﴾

پہلی نشانی یہ کہ رنگ زرد ہوتا ہے۔ کثرت مجاہدہ و ریاضت کی وجہ سے عموماً ایسا ہوتا ہے۔ دوسری نشانی ہے کہ آہ سرد ہوتی ہے، محبوب کے ہجر میں ٹھنڈی آہیں بھرنا عشق کا شیوه ہوتا ہے۔ تیسرا نشانی یہ کہ چشم تر ہوتی ہے دل کا حال اور ابال آنکھوں کے راستے باہر آتا ہے۔ چوتھی نشانی ہے کہ کم کھاتے ہیں، عاشق صادق دال ساگ کے لطف اور مزے کے پیچھے نہیں پڑتا فقط کر سیدھی رکھنے کے لئے کھانا کھاتا ہے۔ پانچویں نشانی ہے کہ کم بولتے ہیں۔ جو باطن میں محبوب سے مونگنگو ہوا سے ظاہر میں زیادہ بتیں کرنے کا چکا نہیں ہوتا۔ اکثر اولیاء اللہ ضرورت کے مطالب بات کرتے ہیں ورنہ خاموش رہنا ان کی عادت ہوتی ہے۔ حضرت خواجہ باقی بااللہ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت آپ ہر وقت خاموش رہتے ہیں اگر کچھ وعظ و نصیحت فرمایا کریں تو لوگوں کو فائدہ ہو جائے گا۔ آپ نے فرمایا جس نے ہماری خاموشی سے کچھ نہیں پایا وہ ہماری باتوں سے بھی کچھ نہیں پائے گا۔

چھٹی نشانی یہ ہے کہ کم سوتے ہیں، عاشق صادق کو نیند کہاں آتی ہے۔ اس کی راتیں توذک و عبادت میں گزرتی ہیں۔ ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے کہ سالک جب تک نیند کے غلبہ سے گرنہ جائے یا گرنے کے قریب نہ ہو جائے اس وقت تک اسے سونا نہیں چاہئے۔

- عشق میں خواب کا خیال کے
نہ لگی آنکھ جب سے آنکھ لگی
عاشق صادق ساری زندگی اسی اضطراب اور بے قراری میں گزار دیتا ہے حتیٰ کہ و
اعبد ربک حتیٰ یا تیک الیقین کا معاملہ اس پر صادق آ جاتا ہے۔

محبت کا اثر ہونے نہ پائے
 انہیں میری خبر ہونے نہ پائے
 محبت کے سفر میں شرط یہ ہے
 مکمل یہ سفر ہونے نہ پائے



باب 10

دور حاضر اور عشق الہی

آج کے مادی دور میں انسان اپنے جسمانی تقاضوں کو پورا کرنے میں اتنا مگن ہے کہ اللہ تعالیٰ سے لگن والا معاملہ غفلت کا شکار ہے۔ جسے دیکھو وہ نفس کی مکاریوں کا شکار ہنا ہوا ہے اور نفس کی پوجائیں مشغول ہے۔

حال دل جس سے میں کہتا کوئی ایسا نہ ملا
ہت کے ہدے تو ملے اللہ کا بعدہ نہ ملا
ایسے لگتا ہے کہ وہ سینے جو عشق الہی کی زیادتی سے سرخ انگاروں کی طرح گرم رہتے تھے آج را کہ کے ڈھیر کی طرح نہ ہوئے ہیں۔

حقیقت خرافات میں کھو گئی
یہ امت روایات میں کھو گئی
لجھاتا ہے دل کو بیاں خطیب
مگر لذات شوق سے بے نصیب
وہ صوفی کہ تھا خدمت حق میں مرد
امانت میں کیتا دیانت میں فرد
عجم کے خیالات میں کھو گیا

وہ سالک مقامات میں کھو گیا
 جھی عشق کی آگ اندھیر ہے
 سلمان نہیں راکھ کا ڈھیر ہے
 اعمال کی حقیقت سے لوگ نا آشناں چکے ہیں۔ نماز کی حاضری ہوتی ہے مگر
 حضوری سے ناواقف ہیں، روزے کی وجہ سے جسم کھانے پینے سے پرہیز کرتا ہے مگر
 گناہوں سے کامل پرہیز نصیب نہیں ہوتا، پیٹ کا روزہ رکھا مگر آنکھ کے روزے سے
 محروم رہے۔

محبت کا جنوں باقی نہیں ہے
 وہ دل وہ آرزو باقی نہیں ہے
 نماز روزہ و قربانی و نجج
 یہ سب باقی ہے تو باقی نہیں ہے
 ایک وقت تھا کہ نوجوان رات کے آخری پسروں میں اٹھتے تھے بارگاہ الہی میں سر
 جھکاتے تھے اور لا الہ الا اللہ کی ضربوں سے دل کو گرماتے تھے، آج وہ چہرے نظر نہیں
 آتے جو غمزدوں کی طرح راتیں بسر کیا کرتے تھے۔

تیری محفل بھی گئی چاہنے والے بھی گئے
 شب کی آہیں بھی گئیں سچ کے نالے بھی گئے
 آئے عشاق گئے وعدہ فردا لے کر
 اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر
 مومن کی وہ نگاہیں جو دلوں کو چیرتی چلی جاتی تھیں اور مادے سے پار دیکھنے کی
 صلاحیت رکھتی تھیں آج کمیں ملتی ہی نہیں ہیں۔

- تیری نگاہ سے دل سینوں میں کا بنتے تھے

کھویا گیا وہ تیرا جذب قلندرانہ

اسی لئے آج مسلمان پر بزدی اس قدر غالب ہے کہ وہ انہیں سے ڈرتا ہے۔ ویرانے میں جانے سے گھبرا تا ہے ملی کے پاؤں کی آہٹ سے خوفزدہ ہو جاتا ہے۔ عجیب بات تو یہ ہے کہ اپنی کھڑکی کا پردہ ہلنے سے ڈرنے والا مسلمان اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا۔ بعض اوقات تو فرضی افسانوں کے پڑھنے سے ڈر جاتا ہے۔ معلوم نہیں کہ اس کے دل پر مخلوق کا خوف ہر وقت کیوں مسلط رہتا ہے۔ دفتر میں صاحب ناراض نہ ہو جائے، گھر میں بیوی ناراض نہ ہو جائے، اگر میں نے بچ کہ دیا تو فلاں ناراض نہ ہو جائے، اگر ہم نے شادی سادہ طریقے سے کر دی تو برادری ناراض نہ ہو جائے۔ اصل یہ ہے کہ جب دل صاف نہیں، نگاہ پاک نہیں تو طبیعت بھی بے باک نہیں۔

- دل سوز سے خالی ہے نگاہ پاک نہیں ہے

پھر اس میں عجب کیا کہ تو بے باک نہیں ہے

ہمارے اسلاف نے اس وقت عز توں کی حفاظت کی جب لوگ اپنی بھروسوں کو بچتے تھے۔ انہوں نے اپنی پیشانیاں اس وقت اللہ کے سامنے جھکائیں جب لوگ غیر اللہ کے سامنے جھکتے تھے۔ انہوں نے ظلم کا اس وقت مقابلہ کیا جب لوگ ظلم کو فخر سمجھتے تھے، آج کے مسلمانوں کو ان سے فقط ظاہری نسبت ہے روحاںی اعتبار سے ہم میں اور ان میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ وہ اللہ کے سودائی تھے ہم دنیا کے شیدائی ہیں، وہ نفس شکن تھے ہم نفس پرست ہیں، وہ راہ حق کے مجاہد تھے ہم فبروں کے مجاور ہیں، وہ آپس میں مرباباں تھے ہم آپس میں غضبنیاں ہیں، وہ سر اپا کردار تھے ہم سر اپا گفتار ہیں، وہ عز توں کے محافظ تھے ہم عز توں کے لثیرے ہیں، ان کے دل سوز عشق سے لبریز تھے ہمارے

دل سوز عشق سے خالی ہیں، ہماری زبوب حالی کی انتہاء اتنی ہو چکی ہے کہ ہمارے نیکوں
کی دعاوں میں بھی تاثیر نہیں رہی۔ الا ما شاء اللہ

شے پیش خدا بگریتم زار
مسلمانان چرا خوارند و زارند
ندا آمد نی دانی کہ ایں قوم
دلے دارند و محبوہ ندارند

{میں ایک رات اللہ کے سامنے زار زار روتا رہا کہ مسلمان کیوں ذلیل و
خوار ہیں؟ آواز آئی کہ تو نہیں جانتا کہ یہ قوم دل تور کھتی ہے لیکن محبوب
نہیں رکھتی}

مسلمانوں کی اس کسپرسی پر اہل دل حضرات انتہائی متفسر ہیں اور بارگاہ رب
العزت میں نالہ و فریاد کرتے ہیں تاکہ کچھ اصلاح احوال ہو۔

مسلمان آل فقیرے کج کلاہے
رمید از سینہ او سوز آہے
دلش نالد چرا نالد نداند
نگاہے یا رسول اللہ نگاہے

{مسلمان تو شاہی مزاج فقیر تھا۔ افسوس کہ اس کے سینے سے آہ کا سوز نکل
گیا ہے اس کا دل روتا ہے لیکن یہ نہیں جانتا کیوں روتا ہے؟ اے اللہ کے
رسول! اک نگاہ کرم اک نگاہ کرم}

اگر دیکھا جائے تو فقط شب بیدار لوگ ہی کم نہیں بلکہ شب بیداری میں تمباکو نے
والے ہی کم ہیں۔ رات کا اول حصہ لبو و لعب میں گزرتا ہے اور آخری حصہ خواب

خرگوش میں گزرتا ہے۔ عشاء کے بعد جلدی سوچانا سنت عمل ہے مگر آج کے بازاروں کی کئی دکانیں ہی عشاء کے بعد گاہوں سے بھرتی ہیں۔ بالخصوص چورا ہوں میں کھانے پینے کی دکانیں رات کے دوچھے تک کھلی رہتی ہیں۔ جب دوچھے کے بعد تجد کا وقت شروع ہوتا ہے تو یہ لوگ بستر کی طرف جاتے ہیں پھر فجر کی نماز قضا ہو جاتی ہے۔ کچھ لوگوں کو تو سورج کا طلوع دیکھے ہوئے عرصہ گزر جاتا ہے۔ جو شخص فجر کی نماز کے لئے نہ اٹھ سکنے کا عذر پیش کرتا ہے ۱۰ تھوڑی دیر بعد ناشتا کرنے کے لئے بڑی مستعدی سے اٹھ جاتا ہے۔

اگر کسی آدمی کو روزانہ سوروپے مشاہرہ پر تھینات کر لیا جائے تاہم وہ ساری رات جاگ کر پہرہ دے تو وہ سوروپے کی خاطر ساری رات آرام سے جاگ لے گا اور اگر کہا جائے کہ جس دن ڈیوٹی نہیں ہے اس رات تجد میں اٹھو تو وہ کہے گا کیا کہیں اٹھا ہی نہیں جاتا۔ گویا تجد میں اٹھنے کی قدر و قیمت پچاس روپے کے برادر بھی نہیں ہے۔ حالانکہ رات کے آخری پھر میں فرشتے آسمان دنیا پر اعلان کر رہے ہوتے ہیں ہل من سائل فاعطی لہ (کوئی ہے مانگنے والا کہ جسے عطا کیا جائے) دینے والے کی طرف سے صدائیں مگر لینے والے کی طرف سے نیند کے دوران زوردار خراٹ کی آوازیں۔

۔ ۔ ۔
هم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ و کھلائیں کے رہرو منزل ہی نہیں
آج کے مسلمان کے ہاتھ نہ تodel ہے اور نہ ہی اس دل میں غم دوست ہے۔

۔ ۔ ۔
دل گیا رونق حیات گئی
غم گیا ساری کائنات گئی
آج کا مسلمان مزدور کی نمازیں پڑھ رہا ہے فرہاد کی نمازیں کہاں نصیب۔

۔ ہر ضرب تیشہ ساغر کیف وصال دوست
 فرہاد میں جو بات ہے مزدور میں نہیں
 ایک صاحب نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک عورت نگے سرروتی چھپتی چلاتی سامنے سے
 گزری۔ اس شخص نے جلدی نماز مکمل کر کے اسے ڈانٹا کہ خدا کی بندی تو انہی تھی¹
 میں نماز پڑھ رہا تھا تو سامنے سے گزر گئی۔ اس نے کہا کہ بدانہ مانیں تو ایک بات کہوں۔
 اس نے کہا کہ ہاں، وہ عورت کہنے لگی کہ میرے شوہر نے مجھے طلاق دی ہے۔ میں اس
 کی محبت میں اتنی بے حال کہ پتہ ہی نہیں کہ تمہارے سامنے سے گزر رہی ہوں۔ مگر
 آپ کیسے عاشق صادق نمازی ہیں کہ عین نماز کی حالت میں آپ کو پتہ چل رہا ہے کہ
 میرے سامنے سے گزرنے والی عورت کون ہے۔ کہاں گیا وہ حکم کہ ان تعبد اللہ
 کا نک تراہ (کہ اللہ کی اس طرح عبادت کریں گویا کہ اسے دیکھ رہے ہیں)۔

آج منبر و محراب سے بھی اخباری تقاریر کا رجحان برداشتہ جا رہا ہے۔ کتنی عجیب بات
 ہے کہ سلف صالحین خطبہ جمعہ کے لئے تفسیر و حدیث کی کتابیں پڑھا کرتے تھے، آج
 جمہ کی تقریر کے لئے اخبار کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔

۔ واعظ کا ہر ارشاد جا تقریر بہت دلچسپ مگر
 آنکھوں میں سرور عشق نہیں چرے پر یقین کا نور نہیں
 آج خانقاہیں بھی بے آباد ہوتی جا رہی ہیں۔ مشائخ کے متعلقین اور متولین کے
 پاس بھی ذکر کے لئے وقت نہیں ہے، تسبیحات کا پڑھنا اور دلوں کا نور سے بھی بھرنا آج
 مشکل کام نظر آتا ہے۔

۔ دشت میں قیس نہیں کوہ پر فرہاد نہیں
 ہے وہی عشق کی دنیا مگر آباد نہیں

یہ بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ آج کچھ لوگ ایسے موجود ہیں جنہیں سوزِ عشق کے حاصل نہ ہونے کا غم نصیب ہے۔ ان حضرات کا وجود بھی غنیمت ہے۔

۔ رہرو عشق نا امید نہ ہو
داغ حسرت نشان منزل ہے



باب 11

عشق الہی کا حصول گئے ہوں

عشق حقیقی حاصل کرنے کے لئے درج ذیل باتوں کو ملاحظہ خاطر رکھنا ضروری ہے۔

عشق حقیقی کے حصول کے لئے سب سے اول شرط طلب ہے۔

پیشہ 1 انسان کو دنیا بغير طلب کے مل سکتی ہے مگر عشق حقیقی کی دولت

طلب کئے بغیر نہیں ملتی۔

مجھے اپنی پستی کی شرم ہے تیری رفتتوں کا خیال ہے

مگر اپنے دل کو میں کیا کروں اسے پھر بھی شوق وصال ہے

انسان گو خاک کی مٹھی سی گراس کی نگاہیں کماں جا کر لاتی ہے کہ محظوظ حقیقی
کے دیدار کا متنہی ہوتا ہے۔

سچا دل سچا وصل جاہاں کی خواہش

سچا وہ شہنشاہ خوبیں سچا ہم

{کماں یہ دل کماں وصل محظوظ کی تمنا رکھنا، کماں وہ حسینوں کا بادشاہ اور
کماں ہم}

انسان جب کبھی یادِ الہی کے لئے بیٹھے مگر دل کو غفلت سے بھرا ہوا پائے تو زبان حال
سے یوں فریاد کرے۔

کریم مجھ پہ کرم کر بڑے عذاب میں ہوں
کہ تیرے سامنے بیٹھا ہوں اور جگاب میں ہوں
انسان اپنے دل میں مصمم ارادہ کرے کہ مجھے عشق الہی حاصل کرنا ہے چاہے کچھ
بھی قربان کرنا پڑے۔

وصل محبوب کے لئے ترک لذات دنیا ضروری ہے
ترک لذات دنیا ② طالب دنیا کبھی بھی طالب مولی نہیں بن سکتا۔ دل سے ہر
تنا کو نکال کر خالی کرنا ضروری ہے تاکہ انسان یوں کہہ سکے۔

ہر تننا دل سے رخصت ہو گئی
اب تو آجا اب تو خلوت ہو گئی
ترک مساوا کا مطلب یہ ہے کہ تمام تر تعلقات اور خواہشات کو
چھوڑ کر ایک اللہ وحدہ کو اپنی تنباہا لینا۔ وہ خواہشات خواہ اس
دنیا سے تعلق رکھتی ہوں یا آخرت سے سب کا چھوڑنا ضروری ہے۔
ترک مساوا کے تین مراتب طے کرنا ضروری ہیں۔

① اپنی ہستی سے بیگانہ ہونا:

نفس کی خواہشات کو چھوڑ دینا، سالک جب تک ہالک نہ عن جائے واصل نہیں ہو
سکتا۔

اپنی ہستی سے بھی آخر ہو گیا بیگانہ میں
ان سے جب جا کر ہوئی آخر شناسائی مجھے

② دنیا کو ترک کرنا:

دنیا کی لذات سے کنارہ کشی کرنا جب کہ یہ ایک مشکل کام ہے۔

۔ خدا کی یاد میں محیت دل بادشاہی ہے
مگر آسان نہیں ہے ساری دنیا کو بھلا دینا

③ آخرت کی نعمتوں سے بھی توجہ ہٹالینا:

ساک اپنی عبادات کے بد لے فقط آخرت کی نعمتوں کا طالب نہ ہو بلکہ منعم حقیقی کا
طلبگار نہ جائے۔

۔ زاہد کمال ترک پر ملتی ہے یہاں مراد
دنیا جو چھوڑ دی ہے تو عقیٰ بھی چھوڑ دے

لالہ الا اللہ کہنے کو تبلیل کہتے ہیں۔ یہ ایسی تلوار ہے جو
تبلیل در کثرت ④ دل سے جھوٹے معبودوں کا قلع قلع کر دیتی ہے۔

عشق کی آتش کا جب شعلہ اخفا
ماسوٰ معشوق سب کچھ جل گیا
تنج لاس سے قتل غیر حق ہوا
دیکھئے پھر بعد اس کے کیا چا
پھر چا اللہ باقی سب فنا
مر جا اے عشق تجھ کو مر جا

اس مرتبے میں ساک کے لئے ہر وقت تبلیل کا ذکر کرتے رہنا ضروری
ہے۔ (سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کا آٹھواں اور نواں سبق اسی سے متعلق ہے)

ذکر ⑤ اس طریقہ ذکر میں ساک اپنے اوپر فیض کے وار و ہونے کا تصور رکھتا
ہے انہما الاعمال بالنیات (بے شک اعمال کا دار و مدار نیتوں پر
ہے) اور انا عند ظن عبدی بی (میں اپنے ہدے کے گمان کے مطابق کرتا ہوں)

کے تحت اس طریقے سے فیض کا حصول سب سے زیادہ ہوتا ہے۔ (سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے دسویں سبق سے لے کر آخری سبق تک یہی طریقہ ذکر ہے۔ اگر غور کریں تو مراقبہ احادیث سے لے کر دائرةٰ لاتعین تک کے تمام اسباق میں فقط حصول فیض کی نیت کی جاتی ہے۔ اسی کو فکر کئے ہیں)۔

۔ جی ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کہ رات دن

بیٹھے رہیں تصور جانا کئے ہوئے

6 صادقین لی معیت ارشاد باری تعالیٰ ہے یا ایها الذین امنوا اتقوا اللہ و کونوا معا الصادقین (اے ایمان والواللہ سے ڈرو اور پھوں کے ساتھی ہو)۔ جس طرح خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے اسی طرح عاشقین کی صحبت میں رہ کر سالک خود بھی عاشق من جاتا ہے۔ مشائخ طریقت سے بیعت ہونا اور خانقاہی زندگی کی ترتیب اختیار کرنا اسی کی عملی شکل ہے۔ ایک مرتبہ حضرت شاہ فضل الرحمن عجّنگ مراد آبادیؒ نے مولانا محمد علی مونگیریؒ سے پوچھا کیا تم نے کبھی عشق کی کوئی دکان دیکھی ہے؟ انہوں نے تھوڑی دیر سوچ کر کہا حضرت! دو دو کانیں دیکھی ہیں۔ ایک شاہ غلام علی دہلویؒ کی اور دوسری حضرت شاہ آفاقؒ کی (یہ دونوں حضرات مشائخ نقشبندیہ میں نہ ہیں) شیخ کی صحبت میں چند دن رہنے سے دل کی دنیا بدلت جاتی ہے۔

۔ دل میں سما گئی ہیں قیامت کی شوخیاں

دو چار دن رہے تھے کسی کی نگاہ میں

شیخ سالک کو کثرت ذکر کی تلقین کرتے ہیں اور خانقاہی ماحول کی خلوت میں یکسوئی کے ساتھ ذکر کرنے کی مشق کرواتے ہیں۔

- مٹا دیا میرے ساقی نے عالم من و تو
پلا کے مجھ کو مئے لا الہ الا اللہ
جب سالک کو اپنے دل میں محبت الہی کا اضافہ محسوس ہوتا ہے تو بے اختیار اس کے
دل سے اپنے شیخ کے لئے دعائیں نکلتی ہیں۔

- خدا رکھے میرے ساقی کا میکدہ آباد
یہاں پر عشق کے ساغر پلائے جاتے ہیں
ایک سالک حضرت شاہ آفاق کی خدمت میں کچھ عرصہ رہا تو اس نے اپنے
تاثرات کو یوں الفاظ کا جامہ پہنایا۔

اے شہ آفاق شیریں داستان
باز گو از بے نشان ما را نشان
صرف و نحو و منطق را سوختی
آتش عشق خدا افروختی
(اے حضرت شاہ آفاق شیریں گفتار! اس بے نشان کی نشانیاں پھر مجھ کو ہتا
علم صرف و نحو اور منطق کو تو نے جلا دیا اور عشق خدا کی آگ بھر دکا دی)
جب سالک کا دل عشق الہی سے لبریز ہو جاتا ہے تو اس کا ہر قدم منزل کی طرف
جاتا ہے۔

جب عشق سے تیرے بھر گئے ہم
تو ہی رہا جدھر گئے ہم
تیری ہی طرف کو راہ نکلی
بھولے بھئے جدھر گئے ہم

عاشق صادق کو زندگی بھر یہی ترتیب اپنائی پڑتی ہے۔

- الہی راہ محبت کو طے کریں کیسے
یہ راستہ تو مسافر کے ساتھ چلتا ہے
اس سے قطع نظر کہ یہ راستہ زندگی میں طے ہو جائے گایا نہیں اپنے کام سے کام
رکھنا چاہئے۔

- بس چلا چل قطع راہ عشق گر منظور ہے
یہ نہ پوچھ کہ اے ہمسفر نزدیک ہے یا دور ہے
جب سالک وہ کچھ کر لے جو اس کے لئے میں ہے تو پھر اللہ رب
العزت کی ذات سے مدد مانگنے چونکہ منزل پر پہنچانے والی ذات

التجاء و فرياد 7

تو اس کی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

و لو لا فضل الله عليکم و رحمته ما زکی من کم من احد
ابدا و لكن الله يزکی من يشاء

(اور اگر تم پر اللہ کا فضل نہ ہوتا اور اس کی رحمت نہ ہوتی تم میں سے کوئی
ایک بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے پاک نہ ہو سکتا لیکن اللہ تعالیٰ جسے چاہے پاک
کرتا ہے)۔

رات کے آخری پر میں رو رو کر دعائیں مانگنے سے یہ نعمت جلدی حاصل ہو جاتی
ہے۔ احادیث میں نبوی ﷺ سے منقول درج ذیل دعائیں بہت پسندیدہ ہیں۔

① اللهم اجعل جنک احب الی من نفسمی و اهله و من الماء البارد

② اللهم اجعل جنک احب الاشياء الی كلها و خشيتک اخوف الاشياء
عندی و اقطع عنی حاجات الدنيا بالسوق الی لقانک و اذا افترت اعين

اہل الدنیا من دنیاهم فاقرء عینی من عبادتک .

(3) اللہم اجعلنی اخشاک کانی اراک ابدا حتی القاک

(4) اللہم انی استلک ایمانا یباشر قلبی و یقینا صادقا حتی اعلم انه لا

یصیبینی الا ما کتبت و وصنا من المعيشة بما قسمت لی

(5) اللہم انی استلک التوفیق لمحابک من الاعمال و صدق و التوکل

علیک و حسن ظن بک

(6) اللہم انی استلک نفسا بک مطمئنة تو من بلقائک و تری لقضائک و

تفنون بعطائک

(7) اللہم افتح مسامع قلبی لذکرک . انت ترحمی فارحمنی رحمتہ تغینی ،

بها عن رحمتہ من سواک

(8) اللہم انی استلک قلوبا او اهته محبۃ منیبته فی سبیلک

(9) اللہم اجعل وساوس قلبی خشیتك و ذکرک و اجعل همتی و هوائی

فیما تحب و ترضی

(10) اللہم اقسم لنا من خشیتك ما تحوال به بینانا و بین معاصینا

ان مسنون دعاؤں کے علاوہ بھی اپنی زبان میں اپنے الفاظ میں جو دعائیں مانگی

جائیں اچھی ہیں۔

نه خالی یا رب از جے و لے کن

نه تو محروم از آب و گلے کن

رسال تا شمع ہر پروانہ مسکین

نه تو مجرور از گل بننے کن

﴿یا رب تو کسی دل کو محبت سے خالی نہ کر، اس جہاں سے محروم نہ کر، ہر مسکین پروانے کو شمع تک پہنچا دے۔ بلبل کو پھول سے جدانہ کر﴾
 عشق الہی کا حصول کوئی کھیر کھانے والی بات نہیں ہے بلکہ تن من وھن لٹانے والی بات ہے۔

۔ یہ عشق نہیں آسائیں میں اتنا سمجھ لیجئے
 اک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے جانا ہے
 پھر بھی سالک یہ ریاضت و مجاہدے کی منزلیں طے کر لیتا ہے اور رب کریم کی
 بارگاہ میں یہی فریاد پیش کرتا ہے۔

۔ ترے عشق کی انتہا چاہتا ہوں
 میری سادگی دیکھ کیا چاہتا ہوں



باب 12

مرید اور مراد کا فرق

راہِ عشق پر چلنے والے لوگ دو طرح کے ہوتے ہیں ایک تو وہ جو اپنی ریاضت و محنت سے قدم بڑھا رہے ہوتے ہیں انہیں مرید یا سالک کہتے ہیں۔ دوسرے وہ جن کو خود محبوب اپنی طرف بلانا چاہتے ہیں وہ مراد یا مجدوب کہلاتے ہیں۔ مرید اور مراد کے فرق کو سمجھنے کے لئے حضرت موسیٰؑ اور حضرت نبی کریم ﷺ کے احوال زندگی کو سامنے رکھنا بہتر ہے۔ حضرت موسیٰؑ محبت تھے، حضرت نبی کریم ﷺ محبوب تھے۔ اس کی وضاحت کے لئے مندرجہ ذیل مثالیں پیش کی جاتی ہیں:-

① - حضرت موسیٰؑ کو کوہ طور پر ملاقات نصیب ہوئی تو رب کریم نے اس کا تذکرہ یوں فرمایا و لما جاء موسیٰؑ لمیقاتنا (جب آئے موسیٰؑ ہماری ملاقات کو) لیکن نبی کریم ﷺ کو معراج کے وقت ملاقات نصیب ہوئی تو رب کریم نے فرمایا سبحان
الذی اسری بعدی (پاک ہے وہ جو لے گیا اپنے ہندے کو)

حضرت موسیٰؑ کے لئے "آئے" مکالمہ استعمال کیا گیا جب کہ نبی کریم ﷺ کے لئے "لائے گئے" کہا گیا ایک کوراسٹہ بتا دیا اور دوسرے کا خود فرشتہ پھیج کر پاس بلا لیا۔

- مجدوب کو تو لائے وہ ہر اہ بزم میں اور سالکوں کو دور سے راستے بتا دیئے

② - حضرت موسیؑ نے دعائیں کی رب اشرح لی صدری (اے اللہ میر اسینہ کھول دے) جب کہ آپ ﷺ کے لئے اللہ رب العزت نے فرمایا الٰم نشرح لک صدرک (کیا ہم نے تیر اسینہ نہیں کھول دیا)

③ - حضرت موسیؑ کو کتاب لینے کے لئے کوم طور پر جانا پڑا جب کہ نبی کریم ﷺ کے پاس قرآن مجید دیا گیا۔ نزل علی قلبك (قرآن پاک آپ کے دل پر نازل کیا گیا)۔

راہِ عشق کا دستور تو یہی ہے کہ محبت محبوب سے ملاقات کا منتنی ہوتا ہے مگر بعض اوقات محبوب خود بھی چاہتا ہے کہ محبت ملاقات کے لئے آجائے۔ جب محبوب خود چاہتا ہے وصل نصیب ہونا آسان ہوتا ہے۔

- سن لے اے دوست جب ایام بھلے آتے ہیں
گھات ملنے کی وہ خود آپ ہی بتاتے ہیں
جب حسن خود ہی ملاقات کا انتظام کرے تو پھر تو عشق کے مزے ہوتے ہیں۔

- حسن کا انتظام ہوتا ہے
عشق کا یونہی نام ہوتا ہے
جب محبت کو معلوم ہو کہ محبوب بھی مجھ سے محبت کرتا ہے تو اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہوتا۔

- نگاہ یار جسے آشناۓ راز کرے
وہ اپنی خوبی قسم پر کیوں نہ ناز کرے
عاشقوں کے عشق میں آہیں بھرنا، ٹھنڈے سائنس لینا، اور ہائے ہو کرنا ہوتا ہے
جب کہ محبوب کے عشق میں پوشیدگی ہوتی ہے۔ عاشقوں کا عشق بدن کو لا غر کر دیتا

ہے جب کہ محبوب کا عشق بدن کو فربہ کر دیتا ہے۔

عشق معشوقاں نہایں است دستیر

عشق عاشق باد و صد طبل و نفیر

عشق عشاق ایں بدن لاغر کند

عشق معشوقاں بدن فربہ کند

{معشوقوں کا عشق پوشیدہ ہوتا ہے اور عاشق کا عشق ڈھول ڈھنکے کی چوت پر ظاہر کیا جاتا ہے، عاشقوں کا عشق بدن کو کمزور کر دیتا ہے جب کہ معشوقوں کا عشق عاشق کے بدن کو فربہ نہاد دیتا ہے}

جب اللہ رب العزت اپنے کسی بھے پر مہربان ہوتے ہیں تو اس کے لئے وصول الی اللہ کی راہیں ہموار کر دیتے ہیں۔ پھر یادِ الہی کا خود خود غلبہ ہوتا ہے۔

۔ مجت دونوں عالم میں یہی جا کر پکار آئی

جسے خود یار نے چاہا اسی کو یاد یار آئی

جب کام اللہ تعالیٰ ہی کی مدد سے بنتا ہے تو یوں فریاد کی جائے۔

اللهم يا قاضي الحاجات و يا دافع البلاءات و يا حل

المشكلات و يا كافي المهمات و يا شافي الامراض و يا

منزل البرکات و يا مسبب الاسباب و يا رافع الدرجات و

يا مجیب الدعوات و يا امان الخائفین و يا خیر الناصرين

و يا دلیل المتحریرین و يا غیاث المستغثثین اغشی . الہی

انت مقصودی و رضاء ک مطلوبی ۵ ترکت لک الدنیا و

الآخرة اتمم علی نعمتك و ارزقنى و صولك التام بجهاء

سید المرسلین و بر حمتک یا ارحم الراحمین . امین ثم امین

- کاغذ تمام کالک تمام اور ہم تمام

پر داستان شوق ابھی نا تمام ہے

